رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی ایک تفسیرِ جمیل

ہیں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ یارِ مصطفٰے

تابش قصوری

اہلِ بیت و اصحابِ خیر البشر

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ

شیر و شکر

تصنیف

مؤرخِ گرامی حضرت مولانا غلام دستگیر نامی

ناشر

مرکزی مجلس امام اعظم رجسٹرڈ لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۶

بانی و سرپرست: علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری

نام کتاب ——— شیر و شکر

مصنف ——— مولانا پیر غلام دستگیر نامی

صفحات ——— ۵۲

تعداد ——— (۱۰۰۰) ایک ہزار

اشاعت ——— اگست ۱۹۸۸ء / محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

سائز ——— ۳۶ × ۲۳ / ۱۶

ناشر ——— مرکزی مجلس امام اعظم رجسٹرڈ لاہور ۵۴۷۵۰

مطبع ——— شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور

ہدیہ

دُعائے خیر بحق معاونین

رابطہ

۱۔ مدینہ جنرل سٹور۔ پیر کالونی۔ والٹن روڈ لاہور ۵۴۷۵۰

۲۔ پرویز الیکٹرک سٹور۔ چوک موضع کوڑے۔ کیولری گراؤنڈ

لاہور۔ فون ۳۷۰۱۰۲

اراکین کے علاوہ شائقین ۵۰/۲ کے ڈاک ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

تقدیم

تحریر: محمد منشا تابش قصوری

شاتمانِ صحابہ کرام کا انجام

اہلِ بیت اور اصحابِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت عین حبِ رسولِ اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے اور ان سے دشمنی، رسولِ اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے دشمنی کے مترادف ہے مگر بعض لوگ بڑے لطیف پیرائے میں حبِّ اہلِ بیت کے پردہ میں اہلِ بیت سے دشمنی اختیار کئے ہوئے ہیں کیونکہ وہ ممدوحینِ اہلِ بیت صحابہ کرام کی شانِ اقدس میں غلیظ الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں، زبان و قلم سے ان کا یہ وظیفہ شعار بن چکا ہے امتِ مصطفٰے میں اہلِ بیت کی جتنی تعریف صحابہ کرام نے فرمائی اس کی مثال ناممکن ہے اور اصحابِ رسول کے جو اوصاف اہلِ بیت نے ارشاد فرمائے ان کی تمثیل بھی محال اور یہی وجہ ہے کہ ایمان و اسلام کے لئے ان کا وجود جزوِ ایمان اور معیار قرار پایا۔ یہاں عبرت کے لئے شاتمانِ صحابہ کے شرعی حکم کے ساتھ حکایات درج کی جاتی ہیں ممکن کہ بعض لوگ سبق حاصل کریں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین کی شان میں کتاب و سنت ناطق ہیں، فضائل و مناقب سے کتبِ تاریخ و سیر پُر ہیں۔ حضور سیدِ دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت، ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام کو گالیاں دینا بے ادبی اور گستاخی کرنا توہین و تنقیص کا نشانہ بنانا حرام و کفر ہے، جو ایسا کرے وہ ملعون و مفتری ہے اور کذّاب ہے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم خصوصاً سیّدنا ابوبکر صدّیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمانِ غنی، سیدنا امیر معاویہ، سیّدنا عمرو بن العاص کو کہے کہ یہ کفر و ضلال پر تھے، وہ کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ (شفاء قاضی عیاض)

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو اصحابِ رسول کی عزت نہ کرے وہ گویا نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ (النار الحامیہ مولانا نبی بخش حلوائی)

حضرت مولائے کائنات سیّدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری محبت اور سیدنا ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بغض و دشمنی ایماندار کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ جو اصحابِ رسول کی شان میں گستاخانہ الفاظ بولے وہ زندیق ہے کیونکہ خدا اور رسول اور قرآن و احکامِ شریعت حق ہیں لیکن ہم تک سب چیزیں صحابہ کرام کے بغیر نہیں پہنچیں، پس جو اُن پر جرح کرتا ہے، اس کا مقصد کتاب و سنت کے مٹانے کے سوا کچھ نہیں پس درحقیقت شاتمِ صحابہ کرام ہی زندیق، گمراہ، کاذب اور معاند ہے۔ (مکتوباتِ امامِ ربّانی)

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا عنقریب ایک ایسی قوم نکلے گی جسے لوگ رافضی کہیں گے، تم انہیں جہاں پاؤ، ان سے دور رہنا، آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ان کی کیا علامت ہے؟ فرمایا وہ حضرتِ ابوبکر صدّیق، حضرتِ عمر فاروق (رضی اللہ تعالےٰ عنہما) کو گالیاں دیتی ہو گی۔

(الصارم المسلول ص۵۸۳) (ابنِ تیمیہ)

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے صحابہ کو گالیاں دیکر مجھے ایذا نہ پہنچاؤ، جس نے میرے صحابہ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی، جس نے انہیں ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے خدا تعالےٰ کو ناراض کیا پس جس نے اللہ تعالےٰ کو ناراض کیا قریب ہے کہ وہ اسے گرفتارِ عذاب فرمائے۔ (ترمذی شریف، شفا شریف)

حکایت محمد بن عبداللہ المہلبی فرماتے ہیں کہ ایک رات مَیں خواب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرتِ ابوبکر اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی زیارت سے مشرف ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتِ عمر نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کر رہے ہیں کہ وہ شخص مجھے اور ابوبکر صدیق کو گالی دیتا ہے، آپ نے فرمایا جاؤ ابوحفص (یہ حضرت عمر کی کنیت ہے)

اسے میرے پاس لاؤ، آپ گئے اور اس شخص کو حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے آئے، اس کا نام عمانی تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اسے زمین پر لٹا دو اور قتل کر دو، یاد رہے کہ یہ شخص شیخین کو گالی دینے میں اپنی مثال آپ تھا حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عمانی کے سر پر تلوار ماری اور سر قلم کر دیا۔

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے عمانی کی چیخوں نے بیدار کر دیا، میں نے خواب سے اٹھتے ہی اس کے گھر کا راستہ لیا تاکہ اس کو اِس عبرتناک اور سبق آموز واقعہ سے آگاہ کر دوں کہ تائب ہو کر اپنی آخرت سنوار لے۔ جب میں اس کے گھر کے قریب پہنچا تو رونے کی آواز سنائی دی، دریافت کیا تو اس کے گھر والوں نے کہا آج رات جب وہ اپنے بستر پر سو رہا تھا، کسی نے آکر قتل کر دیا، میں آگے بڑھا، اس کی گردن کو دیکھا تو خون آلود تھی۔

(کتاب الروح، ابنِ قیم صٓ ۲۲۸)

حکایت حضرتِ شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "جذب القلوب" صٓ ۱۸۶ میں نقل فرماتے ہیں کہ رافضیوں کا ایک گروہ امیرِ مدینہ کے پاس آیا۔ بہت سامال اور ہدیہ اس غرض سے اس کے پاس لایا کہ روضۂ مبارک کو کھود کر اجسادِ مطہرہ سیدنا ابوبکر صدیق و سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو نکال لیں۔ امیرِ مدینہ نے بھی بوجہ بدمذہبی اور لالچ اس نامقبول فعل کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی دربانِ حرم شریف سے کہا کہ جس وقت یہ لوگ آئیں ان کے لئے حرم شریف کھول دیں، یہ جو کچھ بھی وہاں کریں منع نہ کرنا۔

دربانِ روضۃ النبی کا بیان ہے کہ جب لوگ نمازِ عشا پڑھ چکے، دروازہ بند کرنے کا وقت ہوا تو چالیس آدمی پھاوڑے، کدالیں اور شمعیں ہاتھوں میں لئے بابُ السلام پر موجود تھے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے امیر کے حکم کے پیشِ نظر دروازہ کھول دیا اور خود ایک گوشہ میں دبک کر گریہ زاری کرنے لگا، بار بار سوچتا نہ معلوم کیا قیامت گزرنے والی ہے۔ ابھی وہ منبر شریف تک بھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ عذابِ الٰہی کا نزول ہوا، سب کے سب بمع ساز و سامان اور جو

آلات وغیرہ وہ ہمراہ لائے تھے اس ستون کے پاس جو زیارتِ حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہے زمین میں دھنس گئے۔

ادھر امیرِ مدینہ ان کا منتظر تھا۔ جب کافی وقت گذر گیا امیر نے مجھے بلا کر ان کا حال معلوم کیا، میں نے جو کچھ دیکھا اسے سنا دیا، اسے یقین نہ آیا۔ میں نے کہا آپ خود جا کر دیکھئے ابھی خسف یعنی زمین کے پھٹنے کا نشان موجود ہے۔

طبری نے اس حکایت کو ثقات کی طرف منسوب کیا ہے جو صدق و دیانت میں معروف ہیں اور بعض مورخینِ مدینہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے چنانچہ تاریخ سمہوی میں بھی مذکور ہے (تاریخ مدینہ جذب القلوب صـ۱۸۵)

حکایت مولوی امیر علی مرحوم حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمہ کی مشہورِ عالم تصنیف اشعۃ اللمعات ج ۴ صـ۶۵۳ کے حاشیہ پر راقم ہیں کہ دس سال قبل عظیم آباد میں ایک رافضی اور ایک سنّی کے آپس میں تعلقات تھے، سنّی جب حج کے لئے روانہ ہونے لگا تو وہ رافضی بھی اسے الوداع کرنے آیا اور اس سے کہنے لگا "میری ایک آرزو ہے جسے کہنے کی طاقت نہیں" سُنّی نے کہا بتاؤ تو سہی، اس نے کہا تم مجھ سے وعدہ کرو کہ میرا پیغام جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کر دو گے، سنّی نے کہا، عرض کر دوں گا، رافضی نے کہا " بوقت زیارت گوئی کہ یا حضرت شوق دارم ولے ازیں جہت آمدن نتوانم کہ مردو دشمن نزد شما مدفون اند"

(بوقت زیارت عرض کرنا کہ حضور مجھے حاضری کا شوق ہے مگر اس وجہ سے قاصر ہوں کہ آپ کے دو دشمن (معاذ اللہ) آپ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

سُنّی نہایت دلگیر ہوا اور کہنے لگا مجھے اس پیام کے عرض کرنے کی طاقت نہیں،

القصہ جب سنّی زیارت سے مستفیض ہوا تو اس رافضی کا پیام یاد آیا لیکن اتنا وقت نہ تھا کہ عرض کرتا۔

دوسرے دن جب قافلہ روانہ ہونے لگا، رات کو روضۃ النبی کی زیارت کیلئے دوبارہ حاضر ہوا، زار و قطار آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی حالت میں گر پڑا، اُونگھ

طاری ہو گئی، حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، ساتھ ہی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق و حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کھڑے ہیں، سیدنا صدیقِ اکبر گردن میں قرآن حمائل کیے ہوئے ہیں اور بائیں طرف حضرت سیدنا فاروقِ اعظم تلوار حمائل کیے ہوئے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی گردن اُڑا دو، حضرتِ فاروقِ اعظم تلوار چلاتے ہیں اور اس کا سر قلم کر دیتے ہیں۔

سنی بیان کرتا ہے کہ جب میں عظیم آباد میں واپس آیا، یہ تمام واقعہ مولوی خدا بخش خاں صاحب سے ذکر کیا، تین چار روز بعد اس کے گاؤں گیا تو رافضی کے اہل وعیال کو روتا ہوا پایا، انہوں نے کہا تمہارا دوست چند دن ہوئے قضائے حاجت کے لئے رات کو باہر نکلا تو کسی نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے گڑھے میں پھینک دیا، صبح کو یہ معاملہ ظاہر ہوا مگر کسی قاتل کا نشان نہ ملا۔

سنی یہ داستان سن کر اتنا رویا کہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا، رافضی کے اہل وعیال نے یہ خیال کیا کہ یہ اپنے دوست کے فراق میں رو رہا ہے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا،

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

شیر و شکر حضرت مولانا پیر غلام دستگیر نامی ہاشمی علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جید عالم، ممتاز ادیب، مستند مؤرخ، محقق، بلند پایہ نسّاب اور بہترین مصنف تھے۔ مزار پرانوار رتہ پیراں (نارنگ) میں مرجعِ انام ہے۔ شیر و شکر آپ کی پچاس سے زائد تصانیف میں سے ایک تاریخی و تحقیقی شاہکار تصنیف ہے جو آپکی مقدس زندگی میں متعدد بار شائع ہوئی، اب اسے مکتبۂ شرفیہ مریدکے کی طرف سے دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق شائع کیا جا رہا ہے، اللہ تعالےٰ ہماری اس کاوش کو شرفِ قبول سے نوازے اور اہلِ بیت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حقیقی محبت سے سرشار فرمائے نیز گمراہوں کو اس کتاب کے ذریعہ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

محمد منشا تابش قصوری

شب برات ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ — خطیب جامع ظفریہ، مریدکے و مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

عرضِ حال

میری نشو ونما اس محلہ (چلّہ بیبیاں، لاہور) میں ہوئی ہے جہاں اہلِ تشیع کے بھی چند گھر ہیں اور باوجود اختلافِ عقائد ان کے ظاہری میل ملاپ میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ میرے والد پیر حامد شاہ مرحوم کی نشست و برخاست مولانا محمد بخش صاحب بلبلؔ برادر مولانا غلام دستگیر صاحب مغفور قصوری کے ساتھ تھی جو ملّاں مجید کی مسجد کے امام تھے، انہی کے درسِ قرآن شریف میں مجھے نومبر ۱۸۹۰ء میں داخل کیا گیا اور اسی مہینے میں اگلے برس ختمِ قرآنِ مجید پر آمین کرائی۔

والدِ مرحوم کبھی کبھی حکیم حیدر شاہ کے پاس بھی جاتے جو نرم مزاج شیعہ تھے اور محرّم میں شربت پر ختم بھی دلاتے تھے۔ میں نے ۱۹۰۳ء میں اسلامیہ اسکول شیرانوالہ دروازہ سے فرسٹ ڈویژن میں امتحان انٹرنس پاس کیا۔

اس وقت تک مجھے حضراتِ شیعہ کے عقائد کی خبر نہ تھی، صرف اتنا جانتا تھا کہ ہم عاشورہ میں نیاز دیتے ہیں اور وہ ماتم کرتے ہیں۔ جلوسِ ذوالجناح ہمارے گھر کے نیچے سے گزرتا تھا اور مسجدِ[1] ملّاں مجید میں اس وقت منقبت پڑھتے تھے جس کا ایک شعر یاد ہے ؎

حق ہے یہی خلیفۂ حق چار یار ہیں
چاروں نبی کے یار ہیں فخرِ کبار ہیں

اور یہ منقبت ان کے لئے تیز ماتم خیز ہوتی تھی، حضرتِ بلبلؔ فوت ہو گئے اور پھر جو منتظمین بنے انہوں نے نوابوں کی کاسہ لیسی اختیار کر لی اور مسجد کی رونق میں فرق آ گیا، اب نئی پود نے انتظام سنبھالا ہے اور

---

[1] یہ مسجد ۱۲۴۶ھ کی تعمیر کردہ ہے۔

سید محمد عبید اللہ قادری عفی عنہ
۱۹۸۸ / ۹ / ۱۱

بزرگانِ دین کی تقریب پر مجالس پند و نصیحت گرم ہونے لگی ہیں۔

اس مسجد کے پاس ہی خواجگانِ نارووالی کا امام باڑہ ہے جس کے اوپر مسجد اب بنی ہے کہ ماتم کے ثواب میں جو کسر رہ گئی ہو وہ نماز پڑھ کر پوری کر لیں۔ یہ قوم بڑی دِھیمی روش پر چلتی ہے کسی سے ناحق جھگڑا مول نہیں لیتی۔ اہلِ سنّت بھی امن پسند ہیں اور آرام و آشتی سے بسر ہو رہی ہے۔ محلّے میں شیعوں کا ایک گھر تفرقہ انداز ہو چلا تھا، وہ خود ہی مکان بیچ کر چلا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا شَرَّهُمْ بِمَا شِئْتَ

ہاں مجھے جب علم ہوا کہ تفرقہ انداز شیعہ (گروہ) پمفلٹوں کے ذریعے رسولِ انام کے صحابۂ کرام علیہم الرضوان پر جھوٹے بہتان باندھ رہا ہے اور بدگوئی سے کام لے رہا ہے تو میں ان دوستوں سے ہم آہنگ ہو گیا جو اُن کی افترا پردازیوں سے تنگ آئے ہوئے تھے، میرے، شیخ حسن الدین بی اے ایڈووکیٹ اور سیّد مظہر حسین صاحب منشی فاضل، بی اے کے سپرد اس شیعہ کے مطاعن کا تحریری جواب دینا سپرد ہوا چنانچہ ہم نے ان کے ہر طعن کے جواب میں ایک ایک رسالہ لکھا اور چھپوا کر مفت تقسیم کرنا شروع کیا۔

مسلمانوں کو بزرگانِ دین کی عظمت کا احساس پیدا ہوا اور انہوں نے ۱۳۳۹ھ کے محرم میں تعزیئے اور مہندیاں نکالنا اور بدگوؤں کے جلوس اور مجلسوں میں شریک ہونا ترک کر دیا اور یہ طریقہ تصادم کو روکنے کے لئے بڑا پسندیدہ ہے چنانچہ اس طریقِ عمل سے لاہور میں کبھی شیعہ سُنّی فساد نہیں ہوا، یہ ہوا ہندوستان سے نکلے ہوئے بعض فسادی شیعہ کے آنے سے بگڑنی شروع ہوئی جب وہ جا بجا ماتمی جلوس نکالنے اور ان میں دل آزار فقرے کہنے لگے تو اہلِ سنّت نے یہی مناسب سمجھا کہ جس راہ سے ایسے جلوس گزرنے ہوں، دوکانیں بند کر کے الگ ہو جائیں اس پر اہلِ جلوس جھلّائے اور انہوں نے چند جگہ لُوٹ کھسوٹ مچا دی اور اُلٹا سُنّیوں کو بدنام کیا۔

مصالحتی رسالے میں اب تک اس مسلک پر قائم ہوں کہ چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں کوئی مذہبی مغایرت نہ تھی اور نہ ہی ان میں کوئی عناد تھا اس لئے اِس باہمی صلح و اتحاد کے اثبات میں رسالے چھاپ کر تقسیم کرنے چاہئیں چنانچہ اس زمانے میں میں نے 'دعوتِ صلح' اور 'شیر و شکر' وغیرہ لکھے اور سید مظہر حسین نے ان کی تائید 'قندِ مکرر' وغیرہ سے کی، جناب حسن بن علی .... نے رسالہ لاجواب احراق باب فاطمہ تحریر فرمایا جس نے اس طعنہ کے قائلوں کے موہنوں پر مُہرِ سکوت لگادی۔

اب اراکینِ دائرۃ الاصلاح نے تقسیم رسائل کا جدید دَور شروع کیا ہے اور اس میں پیغامِ اتحاد دیگر نو رسالوں کا قائد ہے اور "شیعہ سُنّی میں مصالحت" نادر شاہ کا شاہکار شائع کردہ دار الاشاعت علومِ اسلامیہ حسین آگاہی ملتان، مضمون کا مؤیّد، مصالحت پسند مسلمانوں کا تقاضا تھا کہ رسالہ شیر و شکر کو دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ ثابت ہو کہ قرونِ اولیٰ میں سب مسلمان شیر و شکر تھے، ان میں رشتہ داریاں ہوتی تھیں جو اُن کی مذہبی و دینی یکجہتی کا نشان ہے، شیعہ سُنّی کا جھگڑا نہ تھا، یہ نام بعد ہی میں رکھے گئے، وہ تمام پرستارِ دینِ حنیفہ خدا کے مقرر کردہ نام پر مسلم کہلاتے تھے، عبد اللہ بن سبا یہودی نے جو دھوکا دینے کیلئے مسلمان بنا تھا، حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حقِ خلافت غصب ہونے کا فتنہ ایجاد کیا اور رفض و بدعت کی بنیاد رکھی جو جسمِ اسلامی پر رِستا ہوا ناسور بن گئی۔

آسمانی وصیّت نامہ اب غور طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا واقعی کوئی حق تھا جو غصب کیا گیا اور آپ نے باوجود خدائی طاقتوں کا مالک ہونے کے اس کی بازیابی کے لئے کوئی کوشش کی؟

شیعی روایتیں بھی یہی بتاتی ہیں کہ نہیں کی بلکہ صبر کیا اور وہ بھی اس حد تک کہ انکی زوجۂ مطہرہ پر معاذ اللہ اس قدر تشدّد کیا گیا کہ حملِ محسن ساقط ہو گیا اور بیٹی (امّ کلثوم بنت فاطمہ) کو

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ جبر نکاح میں لے آئے جیسا کہ فروعِ کافی کے باب فی تزویج ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نہایت گندے الفاظ میں اور کتاب الصافی شرح اصولِ کافی کی کتاب الحجہ جزوِ سوم کے ۱۶۱ویں باب میں بالفاظِ ہتکِ حرمت (پردہ دری) مذکور ہے۔

یہ تو دنیوی معاملات میں مافوق الفطرت صبر کی کہانی ہے،

- اور دینی معاملہ میں قرآنی احکام کے پارہ پارہ ہونے پر صبر،
- کعبہ کے خراب ہونے پر صبر،
- خدا اور رسول کے طریقوں کے معطّل ہونے پر صبر،
- حقِ خلافت کے چلے جانے پر صبر،
- خمس کے غصب ہونے پر صبر،

الغرض بے انتہا صبروں کی تلقین بذریعہ آسمانی وصیت نامہ اختراع کی گئی، صرف یہ بات بنانے کے لئے کہ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحابِ ثلاثہ (حضرتِ ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے عہدِ خلافت میں جو کسی قسم کا جھگڑا نہیں کیا وہ اِس لئے تھا کہ انہیں صبر کی وصیّت آسمان سے نازل ہوئی تھی اور وہ کتاب وسنّت کو معطّل پاکر چپ رہے، اللہ کی پناہ! یہ کس قدر بہتان ہے حضرتِ علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہٗ کی ذات پر حالانکہ ان کا کلام نہج البلاغہ میں صاف ہے کہ:۔

نعرۂ حیدری

"خلافت کا سب لوگوں سے مستحق وہی ہے جو اُس پر اُن سب سے زیادہ قوی ہو اور خدا کا حکم جو اس بارے میں ہے، اسے سب سے زیادہ جانتا ہو"

نیز فرمایا کہ:۔

"میں دو شخصوں سے مقابلہ کروں گا، ایک تو وہ شخص جو مدعیٔ خلافت ہے حالانکہ وہ اس کا مستحق نہیں اور دوسرا وہ شخص جو اُس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اُس پر واجب ہے" (صفحہ ۲۴۹ نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ)

اِس ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضراتِ ثلاثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اپنے اپنے عہدِ خلافت میں سب سے زیادہ قوی اور احکامِ الٰہی کے بہترین عالم تھے لہٰذا مستحقِ خلافت۔ اگر ان اوصاف کے مالک نہ ہوتے تو اسد اللہ الغالب ان کو غیر مستحق سمجھ کر ضرور مقاتلہ کرتے، پس آسمانی وصیت نامہ بالکل جعلی ثابت ہوا اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ہتکِ حرمت، احکامِ خدا اور رسول کے تعطل، غصبِ حقوق وغیرہ کے قصے کلامِ امام نے جھوٹے ثابت کر دئے۔

علّامہ حائری کا فتویٰ اِس تمہید کے بعد ہم اصل موضوع پر آتے ہیں۔ حضراتِ شیعہ کے مجتہد لاہوری علامہ حائری کا ایک رسالہ النظر جو آب بھی شیعی کتب فروش کی دکان پر بکتا ہے، اِس میں یہ فتوےٰ درج ہے:۔

سوال شیعہ عورت کا نکاح غیر شیعہ مرد کے ہمراہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایسا واقع ہوا ہو تو اس میں طلاق اور عدّت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ایسے نکاح سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ مذہبِ حق میں حلال زادی قرار دی جائے گی یا حرام زادی؟ بہت جلد فتوے کی ضرورت ہے۔

جواب اصل بات یہ ہے کہ بالاتفاق نکاح میں کفایت شرط ہے لیکن کفایت کے معنےٰ میں اختلاف ہے، کفایت سے اسلام مراد ہونے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے مگر اکثر فقہاء کے نزدیک اسلام کے علاوہ بمفاد المومنون بعضهم اکفاء بعض زوجین کا مومن ہونا بھی شرائطِ ضروریہ میں سے ہے پس فرقہ حقہ شیعہ کے نزدیک شیعہ عورت کا نکاح کسی غیر شیعہ اثناعشری کے ہمراہ اس لئے ناجائز ہے کہ غیر اثناعشری کو وہ مومن نہیں سمجھتے، جو مسلمان کہ غیر اثناعشری عقیدہ رکھتا ہو شیعوں کے نزدیک وہ مومن نہیں مسلمان ہے، ایسی صورت میں باوجود عالم مسئلہ ہونے کے اگر ایسا نکاح واقع ہو جائے تو وہ نکاح باطل ہے، ان کی اولاد بھی شرعاً ولد الزنا ہو گی، اگر جاہل بہ مسئلہ ہونے کی وجہ سے ایسا نکاح ہوا ہو تو اولاد ولدِ شبہ حلال زادی ہے لیکن نکاح دونوں صورتوں میں ناجائز ہو گا۔ بعض فقہاء تو ناجائز نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں سمجھتے لیکن اگر دخول واقع ہو چکا ہو تو عورت کو عدت رکھنا ضروری ہو گا وہو العالم۔ (من مبارک حویلی لاہور علی الحائری)

اس حقیقت کے اعتراف میں تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مفتی جو فتوے دیتا ہے وہ رسول و اولی الامر کے طرزِ عمل کو پیشِ نظر رکھ کر ہی دیتا ہے ورنہ اس کا فتوے ناقابلِ تسلیم ہے، اگر آج شیعہ عورت کا نکاح غیر شیعہ سے ناجائز ہے تو نبی و علی و ائمہ کے مبارک عہد میں تو بدرجہ اولےٰ ناجائز ہونا چاہیے کیونکہ شیعہ دوست جس مذہب کا پابند اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں وہی ان کے نزدیک عین نبی و ائمہ کا مذہب ہے اور وہ اصحاب جن کو اہلِ سنت والجماعت مقتداو واجب الاحترام جانتے ہیں اور جن کو شیعہ مومن نہیں مانتے، وہ یقیناً غیر شیعہ تھے لہٰذا از روئے فتوے مندرجہ بالا ان کے ساتھ تعلقاتِ نکاح قائم کرنا ناجائز تھا مگر چونکہ ان کو نبی و علی و اولادِ علی نے اپنی لڑکیاں دیں اور خود ان کی لڑکیوں سے نکاح کیے تو ثابت ہوا کہ وہ سچے مسلمان اور سچے دیندار سمجھے گئے اور ان میں کوئی دینی مغایرت نہ تھی ورنہ یہ کبھی ممکن نہ تھا کہ وہ غیور اور مقدس ہستیاں جو ایمان پر جان قربان کر دینا معمولی بات سمجھتی تھیں، ان لوگوں سے راہ و رسم قائم رکھتیں جن کو آج خارج از ایمان اور منافق وغیرہ کہا جاتا ہے اور ان میں سے یہاں تک دشمنی اور بغض روا رکھا جاتا ہے کہ ان کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام بھی نہیں رکھے جاتے حالانکہ یہ مسلکِ ائمہ کرام کے بالکل خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اصحاب کے اسمائے مبارکہ پر اپنی اولاد کو موسوم کرنا باعثِ فخر و سعادت جانا اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔

دعوتِ اسلام کو قریش نے بطیب خاطر قبول نہیں کیا بلکہ یہاں تک ان کے بس میں تھا انہوں نے اس کی مخالفت کی اور بڑے زور سے کی، بھائی بھائی کا، چچا بھتیجے کا، ماموں بھانجے کا اور بیٹا باپ کا دشمن جانی بن گیا، شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی نے شوہر سے خلع کرا لیا، کیوں؟ کس وجہ سے؟ کیا کسی دنیاوی جھگڑے کی خاطر؟ نہیں بلکہ محض اختلافِ دین کے باعث، جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ثابت ہوگا۔

بنی عبد الدار میں سے طلحہ غزوۂ احد میں حضور نبی علیہ السلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر تھے اور کفار کا علمبردار عبد الدار کا طلحہ تھا لیکن کہ ساتھ اس کا تمام قبیلہ

دشمن خدا اور رسول تھا، اسی میدان میں جہاں علمبردار نبی داد شجاعت دے کر داخل بریں ہوئے وہیں ان کے دو سگے بھائی، چچا اور ان کی اولاد کل ۱۰ آدمی ایک غلام سمیت حضرت حمزہ، سعد بن ابی وقاص عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم وغیرہ کی تلواروں سے جہنم واصل ہوئے۔

ابولہب نام کو تو حضورؐ کا چچا تھا مگر جتنی اسے اپنے بھتیجے سے دشمنی تھی اور کسی کو نہ تھی اور اس عداوت میں سوائے اختلاف دین، کچھ نہ تھا۔

غزوۂ بدر میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دیکھا کہ ان کا ماموں عاص بن ہشام پرستاران اسلام کے مقابل شمشیر بدست ہے تو آپ نے جھپٹ کر خود تیغ فاروقی سے اس کا تن سے جدا کر دیا اور دین کی خاطر قریبی رشتہ کی وقعت نہ سمجھی، اسی میدان میں عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کفار مکہ کے ساتھ تھے مگر بعد میں مسلمان ہو گئے اور پدر بزرگوار سے بیان کیا کہ میں نے آپ کو ہنگام رزم دیکھا تھا مگر صرف باپ سمجھ کر حملہ نہ کیا، آپ نے سنکر فرمایا کہ بخدا اگر میں تمہیں دیکھ لیتا تو قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو صلح حدیبیہ کے بعد اپنی دو بیویوں (قریبہ بنت امیۃ المخزومی جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی بہن تھیں اور ملیکہ بنت جردل خزاعی) کو تبلیغ اسلام کی مگر چونکہ وہ اسلام نہ لائیں اس لئے ان کو طلاق دے دی کیونکہ از روئے شریعت ان کو نکاح میں رکھنا جائز نہ تھا، اسی طرح رسول خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیٹیوں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو عتبہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو عتیبہ ابنان ابولہب سے طلاق لینی پڑی کیونکہ وہ ایمان نہیں لاتے تھے اور پھر یہی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور وہ ذوالنورین کہلائے۔ اگر مسلم و مشرکہ یا مشرک و مسلمہ کا نکاح جائز ہوتا تو نہ حضرت عمر سے ان کی مذکورہ بالا بیویاں الگ ہوتیں اور نہ حضرت نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ہر دو بنات کا ابولہب کے بیٹوں سے قطع تعلق ہوتا۔

رشتۂ زوجیت کو قطع کر دینے سے بھی زیادہ اہم معاملہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالے عنہم کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو بدستِ خود قتل کرنا ہے۔ جب انہوں نے دین کے لئے ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہ فرمایا اور اس کے سوا اور تمام علائق کو ہیچ جانا تو کسی کا کیا منہ ہے کہ ان کی ذاتِ ستودہ صفات کی عیب جوئی کرے اور ان کی باہمی رشتہ داریوں کو غیر وقیع سمجھ کر ان کو بُرا کہتا ہے۔

ہم حضراتِ عشرۂ مبشرہ وغیرہم کل اصحاب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو اوّل درجہ کے غیرت مند اور باطل کو مٹانے والے یقین رکھتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ انہوں نے کبھی منافقت سے کام نہیں لیا۔ جس کے ساتھ ان کی محبت تھی وہ علانیہ تھی اور للہ تھی اور جن کے ساتھ ان کو بغض تھا وہ علانیہ تھا اور للہ تھا۔ جو غیر مسلم انہیں نظر آیا اس کو انہوں نے نہیں چھوڑا مگر مسلمان کر کے یا جزیہ لے کر اور جس نے ان ہر دو امور میں سے کسی کو نہیں مانا اس کو انہوں نے اس دنیا میں نہیں رہنے دیا۔ ایسے غیور اور شجاعوں پر یہ بہتان باندھنا کہ انہوں نے باہمی میل ملاپ میں منافقت یا ریا سے کام لیا، کسی عقلمند کا کام نہیں۔

جو شجرے ہم آئندہ اوراق پر درج کریں گے، ان سے ثابت ہو جائے گا کہ قریش میں سے جو ایمان نہیں لائے، ان کو انہی کے مسلمان بھائیوں نے کاٹ کر ڈال دیا خواہ ایسا کرنے میں ان میں سے اکثر خود بھی واصل بحق ہو گئے اور جو حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے وہ خواہ کیسے ہی دور کے رشتہ دار تھے، سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے ممد و معاون بن گئے اور باہمی نکاحوں رشتوں نے انہیں اور بھی متحد و متفق کر دیا۔ اصحاب ثلاثہ کے بعد اگر ان میں کچھ شکر رنجی پیدا ہوئی تو وہ اسی قسم کی تھی جیسی کہ حقیقی بھائیوں میں ہوا کرتی ہے، ایسے لڑائی جھگڑوں سے ان کے دین و ایمان پر کچھ حرف نہیں آتا جیسا کہ حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے اقوالِ مندرجۂ نہج البلاغہ سے ثابت ہوتا ہے۔

خاص غرض

اس رسالہ کی تحریر سے ان نسبی و صہری تعلقات کو، جو آئندہ اوراق پر مندرجہ شجروں سے واضح ہوں گے ظاہر کرنا ہے جو اس کثرت سے نبی پاک و اصحابِ رسول کے مابین ہیں کہ ایک قرابت کو دوسری سے ممیز کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایک

صحابی کی رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے کسی قسم کی رشتہ داری ہے۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ باوجود ان رشتہ داریوں کے خاندانِ بنی فاطمہ پر بعض لوگوں نے تشدد کیا مگر یہ مخصوص یہ خاندانِ نبوت نہیں تھا کیونکہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک اور صحابہ کو ان کے نہایت قریبی رشتہ داروں نے ایذار رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے لا تثریب علیکم الیوم فرماتے ہوئے ثابت کر دیا کہ ع

در عفو لذّتے ست کہ در انتقام نیست

اسی طرح علاوہ اولادِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صحابہ کی اولاد کو بھی سخت ترین اذیتیں پہنچائی گئیں جن کی یاد ہر مسلمان کو اندوہناک کئے بغیر نہیں رہ سکتی مگر یہ قرینِ انصاف نہیں کہ ہم غصہ میں خیر خواہوں کو بھی بد خواہوں کے ساتھ لے ڈالیں۔ مسلمان وہی ہے جو رنج و غصہ کی حالت میں ناانصافی و ظلم کرنے سے بچے اور ایسے اصحاب کو بُرا کہنے سے باز رہے جن کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گوناگوں نسبی اور دینی تعلقات تھے اور یہ تعلقات نہ صرف رشتہ ناطہ ظاہر کرتے ہیں بلکہ ایسے وقت میں جبکہ صاحبِ ایمان ہونا از روئے اسلام جوازِ نکاح کے لئے پہلی شرط ہو تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے ائمہ کا خود ایسی رشتہ داریاں کرنا، لڑکیاں لینا اور دینا صریح اس امر کی دلیل ہے کہ ناکح و منکوحہ ہر دو صاحبِ ایمان تھے اور بطریق اولےٰ وہ لوگ جن کو ذاتِ پاک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود لڑکیاں دیں اور جن سے خود لڑکیاں لیں۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ غصّے کی حالت میں گالیاں دیتے وقت ہشت پشت تک گالیوں میں ---- شامل کر لی جاتی ہیں تو کیا ان شجروں کے مطالعہ کے بعد کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینا دوسری یا تیسری پشت میں ہی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آبار و اجداد کو شامل نہیں کر لیتا اور ایسا کرنا کسی حالت میں بھی کسی مسلمان کو جائز ہو سکتا ہے؟

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مشرکین کی ہجو کرنے کے متعلق

حضورؐ علیہ السلام سے اجازت مانگی تو آپ نے صرف اس صورت میں اجازت دی کہ ہجا میں مشرکین کے آباء و اجداد کو شامل نہ کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ نسب بھی انہیں میں ملتا تھا۔

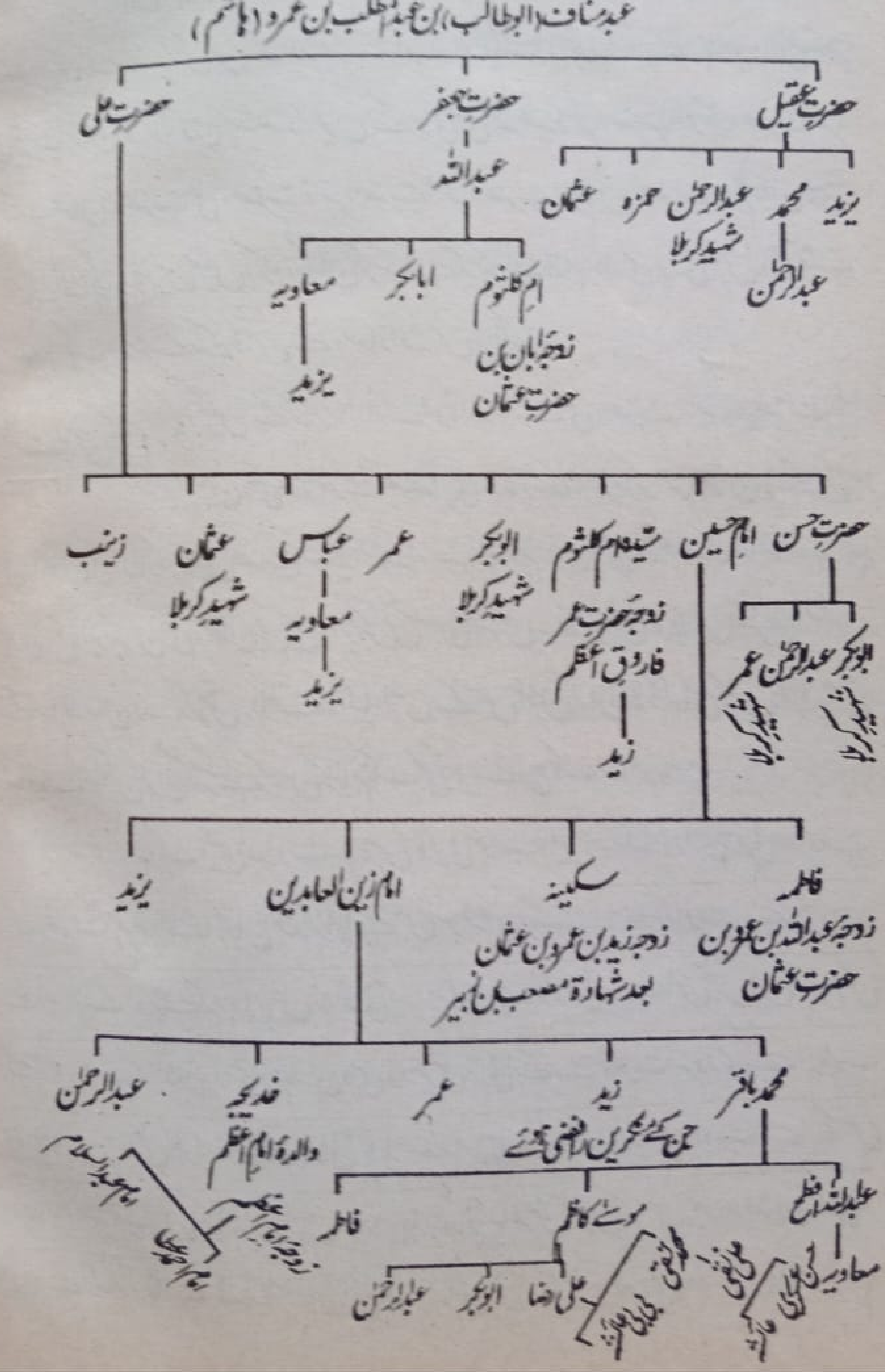
پس کیسے افسوس کا مقام ہے کہ نبی کی امت کہلانے والے خاص مسلمانوں اور ان بزرگوں کو ہدفِ تبرّا بنائیں جن کے اور حضورؐ کے باپ دادا ایک ہی شجر کے ثمر تھے۔ باوجود اس قسم کی قریب ترین اور گوناگوں رشتہ داریوں کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرتِ ابوبکر، حضرتِ عمر، حضرتِ عثمان، حضرتِ علی، حضرتِ زبیر، حضرتِ طلحہ، حضرتِ امام حسن، حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد میں تھیں، کون گمان کر سکتا ہے کہ یہ سب ظاہر داری پر مبنی تھیں اور حقیقت میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے، معاذاللہ من ذالک۔

ناظرینِ کرام یہ دیکھیں گے کہ ائمۂ اطہار نے عموماً اور حضرتِ علی، حضرتِ امام حسن، حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہم نے خصوصاً اپنی اولاد کے نام ابوبکر، عمر و عثمان رکھے ہیں اور ان ناموں کی اولاد کربلا میں حضرت سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید بھی ہوئی، کیا ابوبکر بن علی، عثمان بن علی و ابوبکر بن حسنؓ جنہوں نے میدانِ کربلا میں حضرت سیّد الشہداء کے ساتھ جان دے کر حقِ رفاقت ادا کیا، اس کے مستحق نہیں کہ ان کا ذکر بھی مجلسِ عزا میں کیا جائے، لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا نام تک بھی کسی نے آج تک سنا ہو۔

یہ ایک ایسی عداوت ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا اور اسی قسم کی عداوت کے برخلاف ہم صدائے احتجاج بلند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی ایک بے سود عداوت ہے جس کی وجہ سے اسلام کے دو بڑے گروہوں میں نااتفاقی پیدا ہو گئی ہے اور ایسے زمانہ میں جس میں ہم آج کل رہتے ہیں جب کہ اتفاق و اتحاد ہماری دینی و دنیوی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے، ہمارے قومی امور میں حائل ہو کر ذلت و رسوائی کا باعث ہو رہی ہے، لہٰذا نہایت ادب سے التماس ہے کہ جو صاحب اس رسالہ کو پڑھیں وہ اس بات کو اپنا فرض سمجھیں کہ اس بیہودہ عداوت کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دینا ہے تاکہ تمام مسلمان مجتمع ہو کر خدا کی رسّی کو پکڑیں اور دین و دنیا میں فائز المرام

ہوں اور بمفہوم آیۂ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم دوست بننے کے بعد پھر دشمنی پیدا کر کے ہلاک نہ ہوں۔

شجرۂ اولاد ائمہ مطابق اسماء صحابہ علیہم الرضوان



نوٹ: یہ تمام نام حضراتِ شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ الائمہ سے ماخوذ ہیں۔ حضرتِ علی، امامِ حسن اور امامِ حسین کے اصحابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نام فرزند کربلا میں شہید بھی ہو گئے مگر ہمیں ہی نہیں، بلکہ مولانا مظہر علی اظہر کو بھی شکایت ہے کہ کوئی مجتہد کوئی شیعہ ذاکر مرثیوں میں ان کی جان نثاریوں کا ذکر نہیں کرتا۔ کہتے ہیں یزید نام بُرا ہے مگر امامِ حسین رضی اللہ عنہ نے یہ نام رکھا اور کئی بزرگ بیٹوں کے نام رکھ کر ابا یزید مشہور ہوئے۔

حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام بیویاں علی الرغم مؤلفِ رسالہ النظر غیر ہاشمیہ تھیں، اسی طرح امامان (حسنین) کی بھی۔

ابنِ قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ امام علی اصغر (زین العابدین) کی والدہ سے (جو کنیز تھیں) حسین رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد اُن کے آزاد غلام زبید نے عقد کیا تھا، اس سے عبداللہ ایک لڑکا پیدا ہوا جو علی اصغر کا ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی تھا الخ

اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں میں جیسا کہ جامع جعفری ترجمہ شرائع الاسلام کے صفحہ ۵۹۸ پر مرقوم ہے کہ آزاد عورت کو غلام کے نکاح میں آنا اور عربیہ عورت کو عجمی مرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے برعکس بھی جائز ہے اور ادنیٰ پیشہ کے لوگ جیسے کہ خاکروب اور حجام ہیں صاحبانِ علم و ورع اور دنیا کے اغنیاء اور ملک والے لوگوں سے مناکحت کر سکتے ہیں۔" مگر مذہبِ حنفیہ میں غیر کفو سے عورتوں کا نکاح کرنا جائز نہیں۔ (تفصیل دائرۃ الاصلاح کے رسالہ قندِ مکرر میں سید مظہر حسین صاحب بخاری بی۔اے نے دی ہے)

حضرتِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور بیوی کے نام جو شجرہ میں دئے ہیں وہ تاریخ اسلام کے مطابق ہیں اور نکاح کا ثبوت تواریخ آئینۂ تصوف میں ہے جو مرکزی حزب الاحناف لاہور کے دفتر میں موجود ہے۔ سیدہ زینب بنت حضرتِ علی کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا، ان سے کئی اولادیں ہوئیں۔ امِ کلثوم کبریٰ کا عقد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، ان سے ایک لڑکا ہوا (زید) بعد شہادتِ عمر اُن کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا، پھر اُن کے مرنے کے بعد عون

بن جعفر نے نکاح کیا اور انہی کے عقد میں فوت ہوئیں۔

(کتاب المعارف صفہ ۱۳۰ جس کے مصنف ابن قتیبہ بحسب تحقیق مولانا محمود احمد صاحب بہاولپوری، شیعہ تھے)

سیّدہ سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مصعب بن زبیر کا عقد ہوا، ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم نے نکاح کیا تھا، ان سے ایک لڑکا قرین ہوا اور اس کی اولاد ہاتی ہے۔ ان کے بعد اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان نے نکاح کیا تھا، اس نے وفات سے قبل طلاق دے دی۔ اس کے بعد زید بن عمرو بن عثمان نے نکاح کیا انہوں نے سلیمان بن عبدالملک کے کہنے سے طلاق دے دی۔ ان کا انتقال خلیفہ ہشام کے زمانے میں مدینہ میں ہوا [۱]

سیّدہ فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہما کا نکاح حسن مثنیٰ بن امام حسن رضی اللہ عنہما سے ہوا تھا، ان کے بعد عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہم کے نکاح میں رہیں [۲]

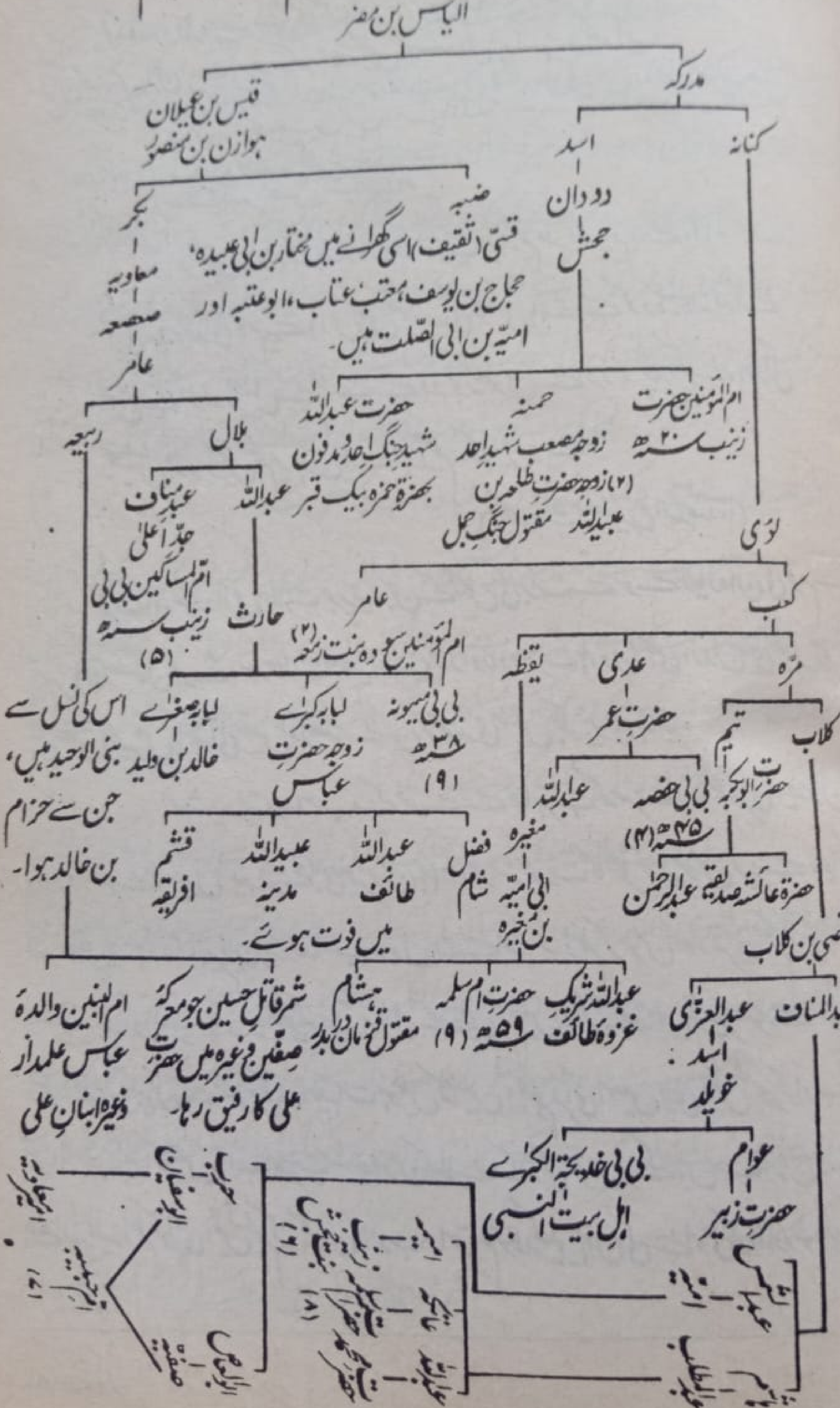
انصاف اور غور سے دیکھیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نکاح باہمی محبّت و خلوص و یک جہتی اور یک دینی کے مظہر ہیں، دشمنوں سے کون رشتے قائم کرتا ہے اور بالخصوص اُن سے جو مذہباً مختلف اور غیر ہوں جیسا کہ علّامہ حائری نے فتوٰے صادر کیا ہے۔ تمام صحابہ کرام اور ان کی اولاد میں کوئی دینی اختلاف نہیں تھا بالخصوص عشرہ مبشّرہ میں۔

(رضی اللہ عنھم اجمعین)

---

[۱] کتاب المعارف ص ۱۳۲ [۲] ایضاً

شجرہ امہات المومنین یعنی اہل بیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم



نوٹ : اہلِ بیت کے معنی ہیں گھر کے لوگ جن میں بیوی بچے شامل ہوتے ہیں مگر محاورہ قرآنِ مجید میں اہلِ بیت زوجہ کے معنے میں استعمال ہوا ہے دیکھو آیہ :

قَالُوٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ

"(فرشتوں نے) کہا (سارہ زوجہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام) سے، آیا تو تعجب کرتی ہے خدائی کام سے (اس میں تعجب کی کونسی بات ہے کہ وہ سبحانہ تعالےٰ صنع بے آلہ اور فضلِ بے علّت سے دو بوڑھوں سے فرزند پیدا کرلے) خدا کی بخشش اور برکتیں تم پر ہوں اے ابراہیم کے اہلِ بیت"

(دیکھو صفحہ ۲۵۱ تفسیر فتح اللہ صاحب)

نوٹ :- علاوہ ازیں حضرتِ جویریہ (جن کے نکاح کی برکت سے سَو سے زیادہ ان کی قوم کے اسیر رہا اور مسلمان ہوئے) اور حضرت صفیہ بنتِ حیی از اولاد حضرت ہارونؑ بھی ازواج نبی تھیں جو غزوہ بنی مصطلق و خیبر میں ہاتھ آئی تھیں اور حضورؐ نے ان کو لونڈی نہیں بلکہ بیوی بنالیا۔

شیعہ مجتہد صاحب کے فتوے سے ظاہر ہے کہ صرف اثنا عشری شیعہ مومن ہیں (اور دوسرے بیسیوں شیعہ فرقے بھی غیر مومن ؟) اور مومنہ عورت کا نکاح غیر مومن مرد سے ناجائز ہے اب سوال یہ ہے کہ کیا پیروانِ مجتہد صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مومن اور قرآنی حکم اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ [1] پر عامل سمجھتے ہیں کہ نہیں ؟ اگر سمجھتے ہیں تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جن بیبیوں سے نکاح کیا وہ طیّبات ہوئیں کہ نہیں ؟ بحکمِ قرآنی انہیں اپنی مائیں سمجھ کر ادب و تعظیم کرنا واجب ہوا کہ نہیں ؟ اب حضراتِ شیعہ مومن کہلانے کے جبھی مستحق ہوسکتے ہیں جب ازواجِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی مائیں تسلیم کرکے ان کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں، ان کی بے ادبی کرنا اور سوءِ ظن رکھنا

---

[1] سورۂ نور۔

سید محمد عبد اللہ
۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۸۸ء

مومنوں کا کام نہیں۔

علامہ حائری کے فتوے کے مؤید اور شائع کنندہ مؤلفِ رسالہ النظر نے رشتوں کے متعلق ایک کڑی خاندانی قید کی اور لگا دی ہے کہ "پیغمبر اور ائمۂ معصومین نے اپنی اولاد کے لئے ایک قانون باندھ دیا کہ غیر خاندان سے نہ لڑکی لی جائے اور نہ لڑکی دی جائے۔"

اب پھر ایک دفعہ اور شجرۂ مذکورہ پر ایک نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خاندانوں کی عورتوں سے نکاح کئے ان میں سے ایک بھی ہاشمی نہ تھی لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ ایک ہی (اسلامی) خاندان کی مستورات اور مومنات تھیں جن کی عزت و توقیر فرض ہے۔

یہ تو لڑکیاں لینے کی بات ہوئی، اب دینے کی بات کریں، پہلے یہ دیکھیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکیاں کن کو دیں؟ کیا وہ سب ہاشمی تھے؟

اس کے لئے مندرجہ ذیل شجرہ (دامادانِ رسول) پر غور فرمائیں گے تو ثابت ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار میں سے تین بیٹیاں اپنے پردادا (ہاشم) کے بھائی (عبد شمس) کے پڑپوتوں سے بیاہیں کیونکہ وہ ہم کفو اور مسلمان تھے اور مشرف بہ اسلام ہو کر انہوں نے دین اللہ کی امداد میں اپنی جانیں اور مال وقف کر دیئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائلِ قریش سے رشتے مربوط کر کے ایک زبردست اسلامی برادری قائم کر دی اور اسی برادری کے افراد نے جو بنی تیم، بنی عدی، بنی امیہ، بنی مخزوم، بنی زہرہ اور بنی اسد وغیرہ ہیں، اسلام کا چار دانگِ عالم میں سر بلند کر دیا۔

افسوس ہے ان عربی النسل کہلانے والے لوگوں پر جو اپنے یک حجازی دیندار بزرگوں سے بغض رکھنے میں عجمیوں کے ہمنوا ہیں، ان کا مرکزِ آبائی و اسلامی (حجازِ عرب) سے انحراف کرنا نہایت معیوب ہے۔

(شجرۂ دامادانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگلے صفحہ پر دیکھیے)

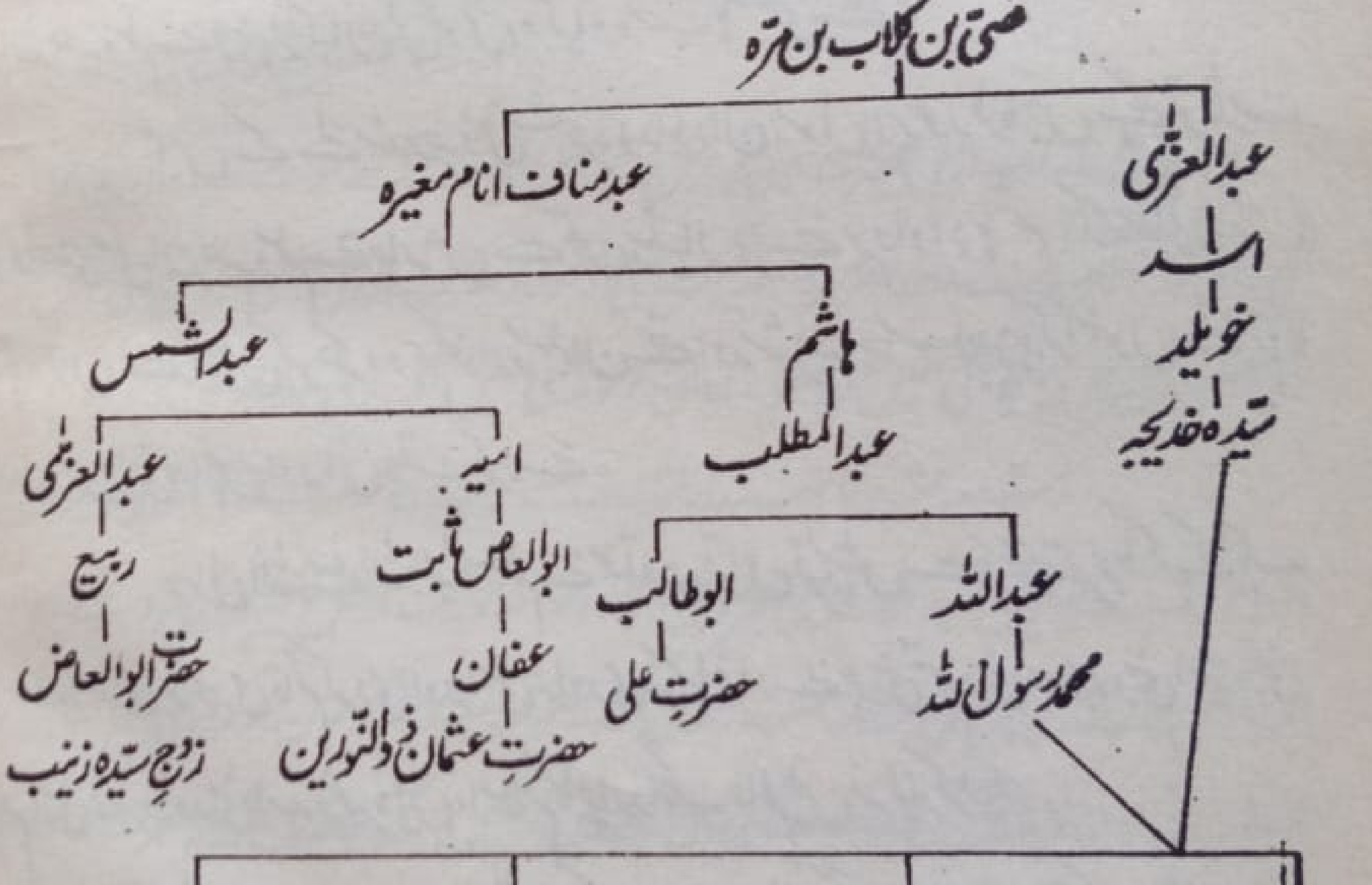
ثبوتِ بناتِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

ہے مخاطب یوں نبی سے خالقِ کل کائنات
جمع کا صیغہ نبی کی بیٹیوں کے واسطے
امِ کلثوم و رقیہ فاطمہ زینب ہیں نام
شوہروں کے نام ابوالعاص و علی عثمان ہیں

قُل لِاَزوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ ہم بر جملہ مومنات
ہے ثبوت اس کا نبی کی دو سے زائد تھیں بنات
ہیں سگی بہنیں یہ چاروں سیداتِ خوش صفات
سب رسول اللہ کے پیارے نیک بخت و نیک ذات

(ناؔمی)

شجرۂ نسب دامادانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



قرآن واحادیثِ شیعہ و سُنّی۔ ملّا محمد باقر مجلسی کی کتب حیات القلوب اور جلاء العیون
وغیرہم سے لیکر تاریخ الائمہ شیعوں کی بہت سی کتابوں سے دائرۃ الاصلاح کے رسالہ بنات النبی و دختران نبی

وغیرہ میں ثابت کیا جاچکا ہے کہ مندرجہ شجرہ سیّدات خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تھیں مگر تعصب کا بُرا ہو کہ آجکل کے دکاندار شیعی علماء کہے جاتے ہیں کہ یہ صاجزادیاں سیدہ خدیجہ یا سیدہ امِ سلمہ کے پہلے شوہروں سے یچھلگ بیٹیاں تھیں حالانکہ قرآن شریف میں ایسی اولاد کے لئے ربائب کا لفظ وارد ہے، بیشک زینب اور امِ کلثوم سیدہ امِ سلمہ کی بیٹیوں کے نام بھی تھے جو حضرتِ ابوسلمہ مخزومی (فرزند برہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم کی صلب سے تھیں مگر ان لڑکیوں کو ربائب النبی ہونے کا شرف ۴ھ سے پیشتر حاصل نہ تھا جبکہ امِ سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں مگر سیدہ زینب کا ذکر ۲ھ میں آتا ہے جبکہ غزوۂ بدر میں انہوں نے شوہر (ابوالعاص) کی رہائی کے لئے بطور فدیہ اپنا ہار بھیجا تھا اور سیدہ رقیہ وامِ کلثوم بنات النبی کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابولہب کے خاسرانہ افعال میں آتا ہے، پھر ان ہر سہ دختران نبی کا انتقال حیاتِ نبوی میں ہوا مگر مذکورہ بالا ربائب ارتحالِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیر تک اپنے گھروں میں آباد تھیں جن کی تفصیل ان کے حالات سے ملتی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن شریف کا صریحاً حکم ہے کہ اولاد کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو:

اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ زینب بنتِ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن زمعہ سے ہوا تھا اور زینب بنت النبی کا حضرتِ ابوالعاص سے، افسوس ہے کہ دشمنانِ صحابہ کو اولادِ نبی کو دوسروں کی اولاد بتاتے کیوں خدا کا خوف نہیں آتا؟

علامہ مجلسی حیات القلوب باب ۵۱ در بیان احوال اولاد امجاد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرتِ صادق سے پوچھا گیا کہ آیا..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کو دی؟

آپ نے فرمایا کہ ہاں!

حق تعالیٰ نے اسی واقعہ پر آیت؛

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ الآیۃ

یعنی "جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ گمان نہ کریں کہ جو ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں وہ ان کے لئے بہتر ہے بلکہ ہم تو انہیں اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور گناہ کریں اور ان کے لئے ذلیل کن عذاب ہے"

مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو جو ذوالنّورین ہونے کا شرف بخشا وہ اس لئے بخشا کہ اپنے داماد کو مرتکب گناہ اور گرفتارِ عذاب کریں۔

آہ! ملّا باقر مجلسی کا کس قدر افترا حضرت جعفر صادق پر، امام محمّد باقر نے تو بروایت ابنِ ادریس فرمایا کہ:۔

"حضرت رسول دختر بہ منافق داد و برائے تقیہ نام نبرد۔"

یعنی ابو العاص پسر ربیع اور حضرتِ عثمان دامادانِ رسول کا تقیہ سے نام نہ لیا مگر اس امام کے فرزند (امام جعفر) نے تقیہ توڑ کر ذوالنورین کو کافر اور مستوجبِ عذاب بنا دیا مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ۔

حضرتِ مجلسی نے دودھ تو دیا مگر مینگنیاں ڈال کر، حضرتِ عثمان اور ابو العاص رضی اللہ عنہما کی دامادی تو تسلیم کر لی لیکن ازراہِ بغض انہیں کافر و منافق بنا دیا۔ کیا کوئی ایمان دار گوارا کر سکتا ہے کہ بیٹیوں کا نکاح کافروں اور منافقوں سے کر دے چہ جائیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کفر و شرک مٹانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

(شجرہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

شجرۂ نسب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرات عشرہ مبشرہ (۱۰ جنتی)

فہر (لقب قریش) قبیلۂ قریش کے جدِّ اعلیٰ

- غالب
  - لوئی
    - کعب
      - مرّہ
        - کلاب (نام حکیم)
          - قصی
            - عبد مناف
              - عبدالعزّیٰ — سیدہ خدیجہ اور حضرت زبیر بن العوام کے جدِ اعلیٰ
              - عبد مناف (نام مغیرہ) — (اگلے صفحہ پر)
              - عبدالدار — کی اولاد سے مصعب بن عمیر علمدار فوج نبوی شہید ہوئے اور باقی آٹھ احد میں مقتول، حضرت عثمان بن طلحہ بچے اور اسلام لائے ان کے بیٹے شیبہ کی اولاد شیبی کہلاتی ہے اور کلید بردار خانہ کعبہ ہے۔
          - زہرہ
            - عبد مناف — حضرت سعد بن ابی وقاص (۹) فاتح ایران اور سیدہ آمنہ کے جدِ اعلیٰ
            - عبدالحارث — حضرت عبدالرحمٰن (۷) بن عوف کے جدِ اعلیٰ
              - ابراہیم (پنجم زوج سکینہ بنت حسین)
        - تیم — حضرت ابوبکر (۱) اور حضرت طلحہ (۵) کے جدِ اعلیٰ
        - یقظہ — مخزوم حضرت عمر کی والدہ، حضرت خالد حضرت عکرمہ اور سیدہ ام سلمہ ام المؤمنین کے جدِ اعلیٰ
      - عدی
        - دزاح
          - نفیل
            - خطاب
              - حضرت عمر فاروقِ اعظم (۲)
            - عمرو
              - زید
                - حضرت سعد (۹)
        - عویج — سیدہ آمنہ کی نانی کے جدِ اعلیٰ
      - ہصیص
        - سہیم
          - عمرو بن عاص حاکم عمان در عہدِ نبی و فاتح مصر کے جدِ اعلیٰ
- حارث
  - ضبہ
    - وہیب
      - ہلال
        - عامر (جرّاح)
          - عبداللہ
            - حضرت ابوعبیدہ فاتح شام (۱۰)

عبدِ مناف

عبد الشمس	ہاشم (نام عمرو)
حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوالعاص بن ربیع داماد رسول اور سیدہ ام المؤمنین ام حبیبہ بنت حضرت ابوسفیان بن حرب کے جدِ اعلیٰ	حضرت محمد رسول اللہ بن عبداللہ اور حضرت علی بن ابی طالب کے جدِ اعلیٰ

شجرۂ مذکورہ پر غور کرو کہ حضراتِ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے اسلام کو اقصائے عالم تک پہنچانے میں تن من دھن کی بازی لگادی سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یک جدی اور رشتہ دار قریش تھے، قریش کا وقار خانہ کعبہ کی وجہ سے تمام عرب پر قائم تھا، یہی اس کے مجاور اور کلید بردار تھے، یہ جگہ بت خانہ بن کر رہ گئی تھی، تمام عرب ان کا پرستار تھا، اس سلسلہ میں تم بڑے بڑے محکمے اور منصب قائم ہو گئے تھے جو مختلف قریشی خاندانوں میں منقسم تھے، عثمان بن طلحہ کے ہاتھ بھی کعبہ کی (کلید برداری) کنجی تھی جو حضور نے (وقتِ فتح مکہ) انہی کو عطا کی۔ حضرتِ عباس کے سپرد زائروں کو پانی پلانے کا منصب (سقایہ) تھا۔ غریب حجاج کی خبرگیری خاندانِ نوفل کے فرد حرث بن عامر کے ذمے تھی۔ خاندانِ اسد سے یزید بن ربیعہ الاسود مشیرِ کار تھا۔ خاندانِ تیم کے بزرگ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ دیات ومغارم (فیصلۂ خون بہا) پر مامور تھے۔ عقاب (علم قریش) ابوسفیان بن حرب کے قبضہ میں تھا۔ خیمہ وخرگاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری (قبتہ) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے والد ولید بن مغیرہ کے حوالے تھی۔ سفارت ومنافرت (سفیر ہو کر جانا اور قبیلوں کے نزاع کے متعلق شرافت کا فیصلہ) حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ مہتمم خزانہ (اموال) حرث بن قیس از خاندانِ سہم تھا، خاندان جمع سے صفوان بن امیہ کے ذمہ محکمہ فال (ازلام والیسار) تھا۔

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ توحید اور بت پرستی کے خاتمے کے خیال سے قریش کو اپنے مناصب چھوٹ جانے اور آمدنی مارے جانے کا خطرہ نظر آرہا تھا اس لئے وہ اسلام کے دشمن بن گئے اور متفق ہو کر حضور علیہ السلام کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے،

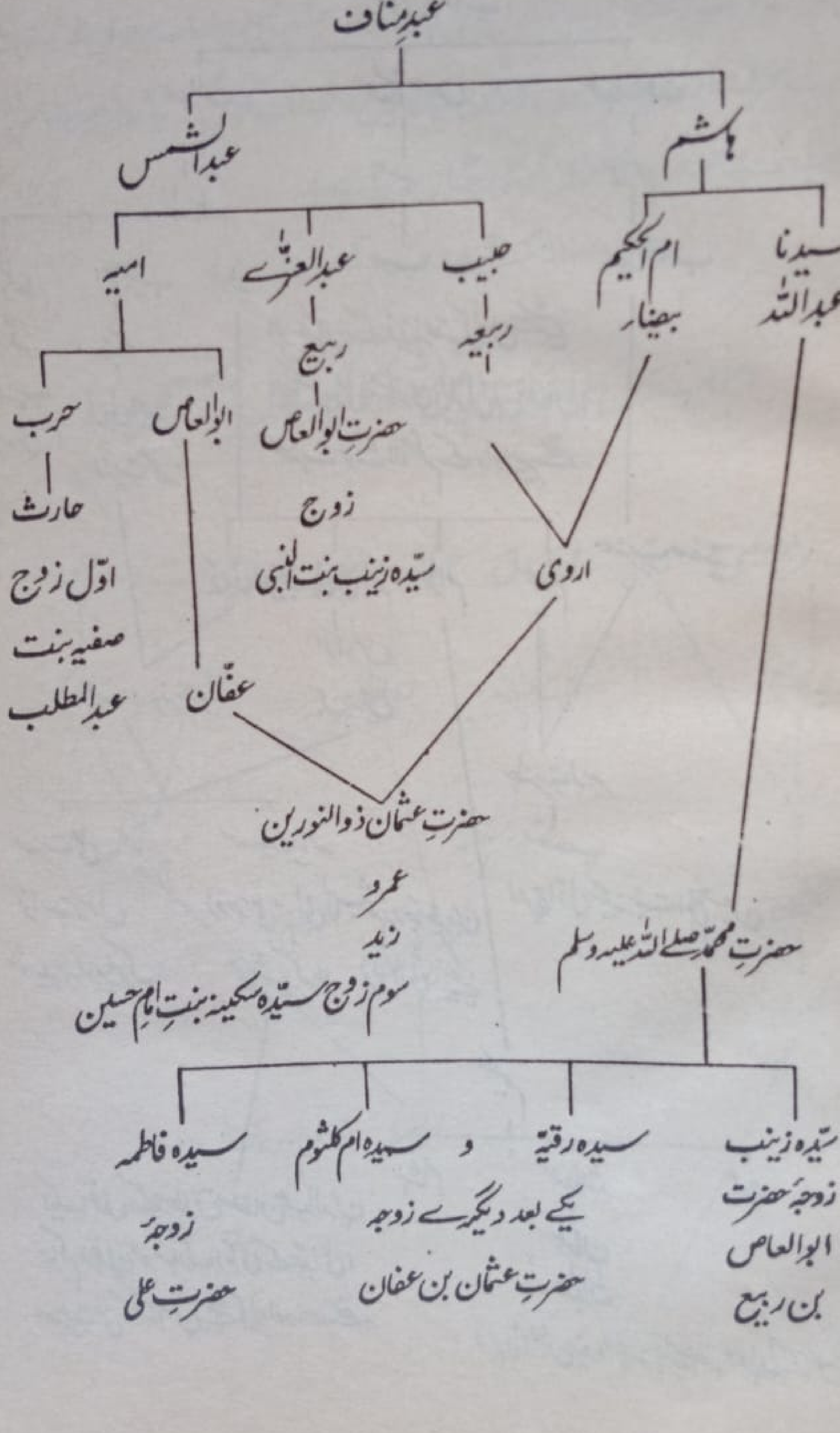
اور متفق ہو کر حضور علیہ السلام کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے، حضور کے چچے اور ان کی اولاد بھی مخالفوں ہی کے گروہ میں تھی۔ چاروں چچوں میں دو حضرتِ حمزہ اور حضرتِ عباس تو ایمان لے آئے اور دو (ابولہب اور ابوطالب) ایمان نہ لائے، منکر رہے، باقی خاندانوں میں جنکی قسمت دولتِ ایمان تھی وہ تو مشرف بہ اسلام ہو گئے مثلاً ابوبکر صدیق ایمان لانے والوں کے قائد بنے، حضرتِ عمر فاروق، حضرتِ عثمان، حضرتِ علی، حضرتِ عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، طلحہ، زبیر اور سعد بن زید رضی اللہ عنہم۔ تعلیمِ اسلام نے حضرتِ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص جیسے سپہ سالارانِ فتح نشان کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

فرنگی مبصروں کے خیال میں ان دو ماہرانِ حرب کا مشرف بہ اسلام ہونا کئی ممالک فتح کرنے سے زیادہ وزنی تھا کیونکہ ایک نے شام و عراق فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر دئیے اور دوسرے نے مصر و فلسطین وغیرہ۔

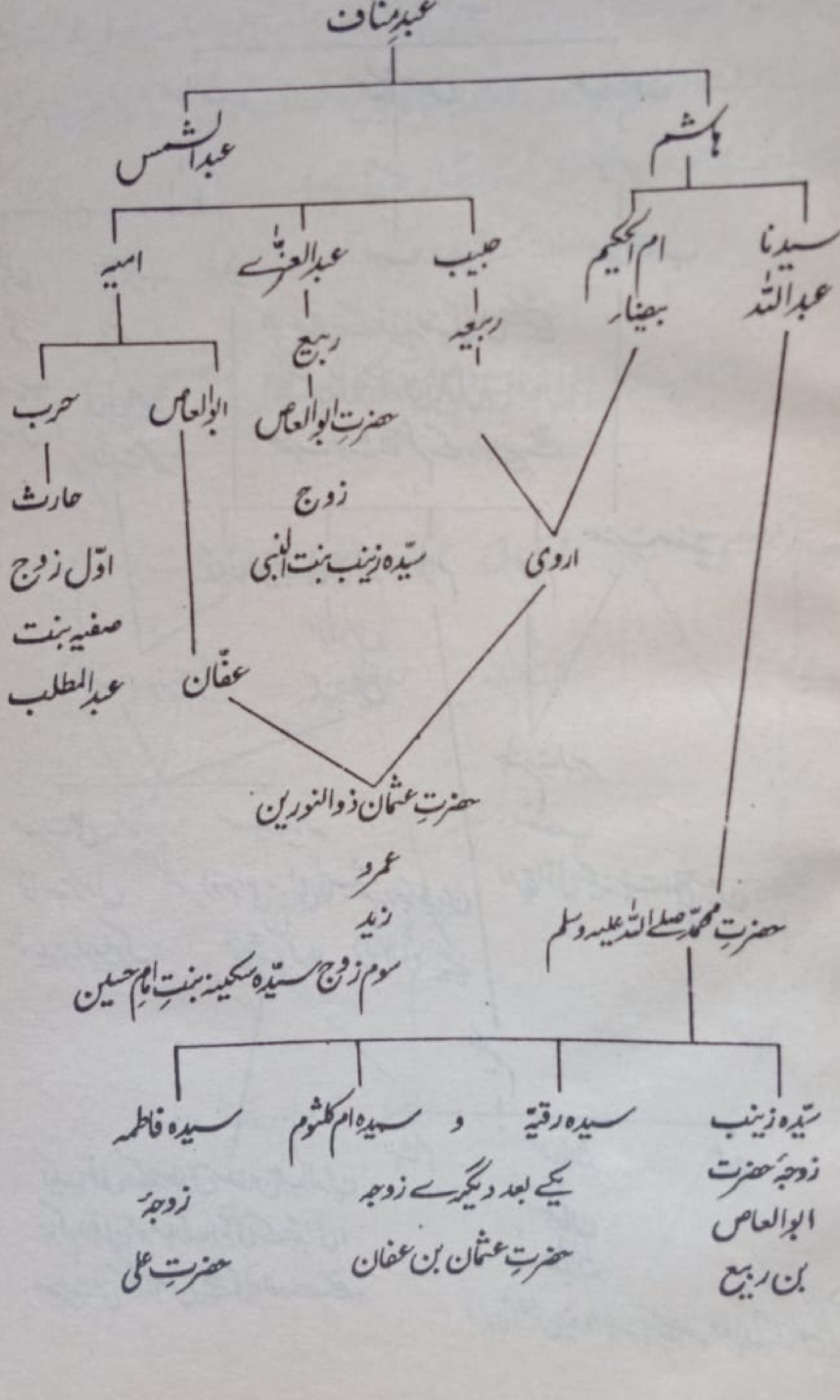
ان دو کو خالق نے ایسا جوہرِ قابلیت عطا کیا تھا کہ جہاں گئے فتح و ظفر نے ان کے قدم چومے اور کبھی ناکامی کا داغ انہیں نہیں لگا۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۰

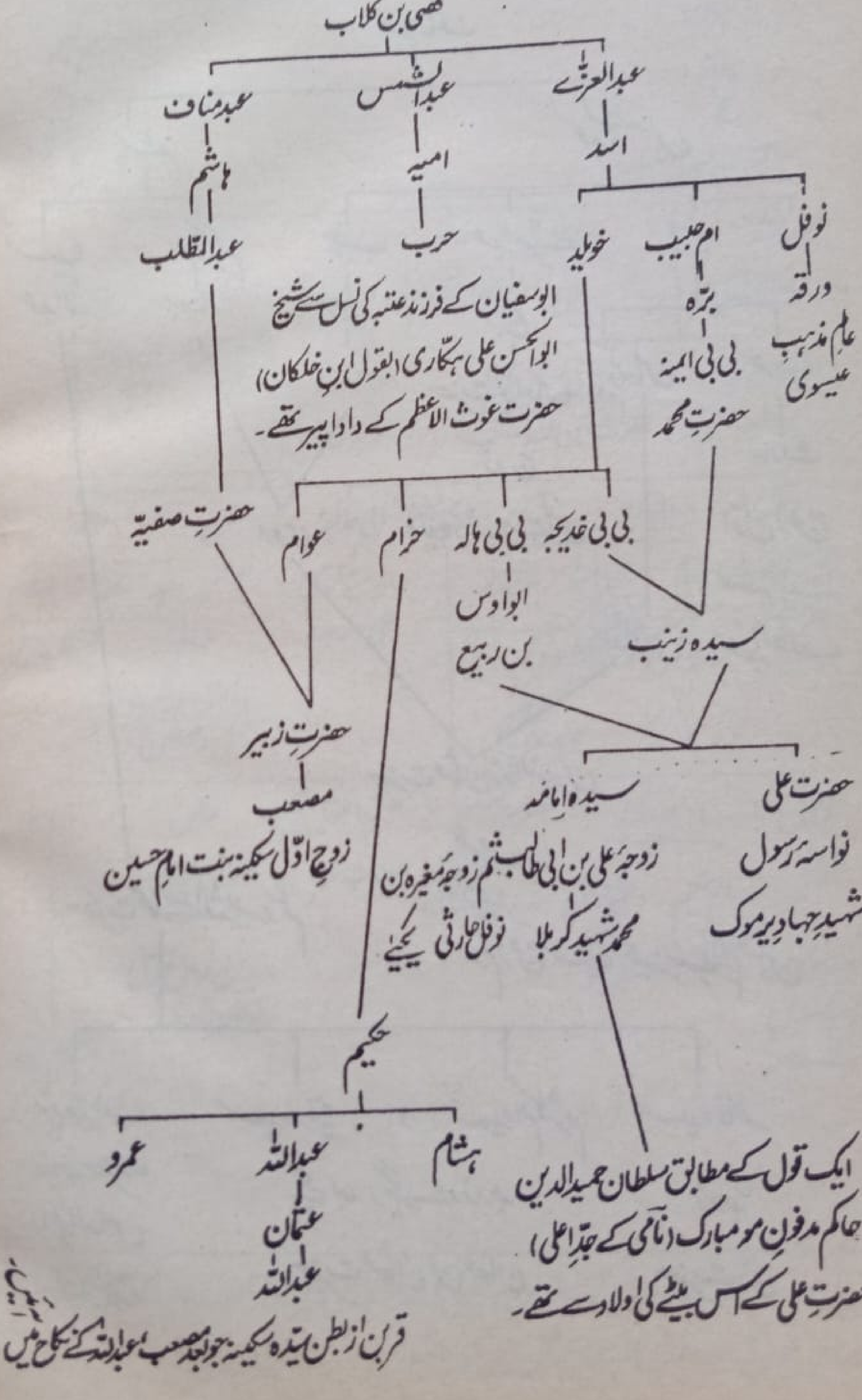
بنی امیہؓ سے خاندانِ رسالت کے رشتے



بنی امیہؓ سے خاندانِ رسالت کے رشتے



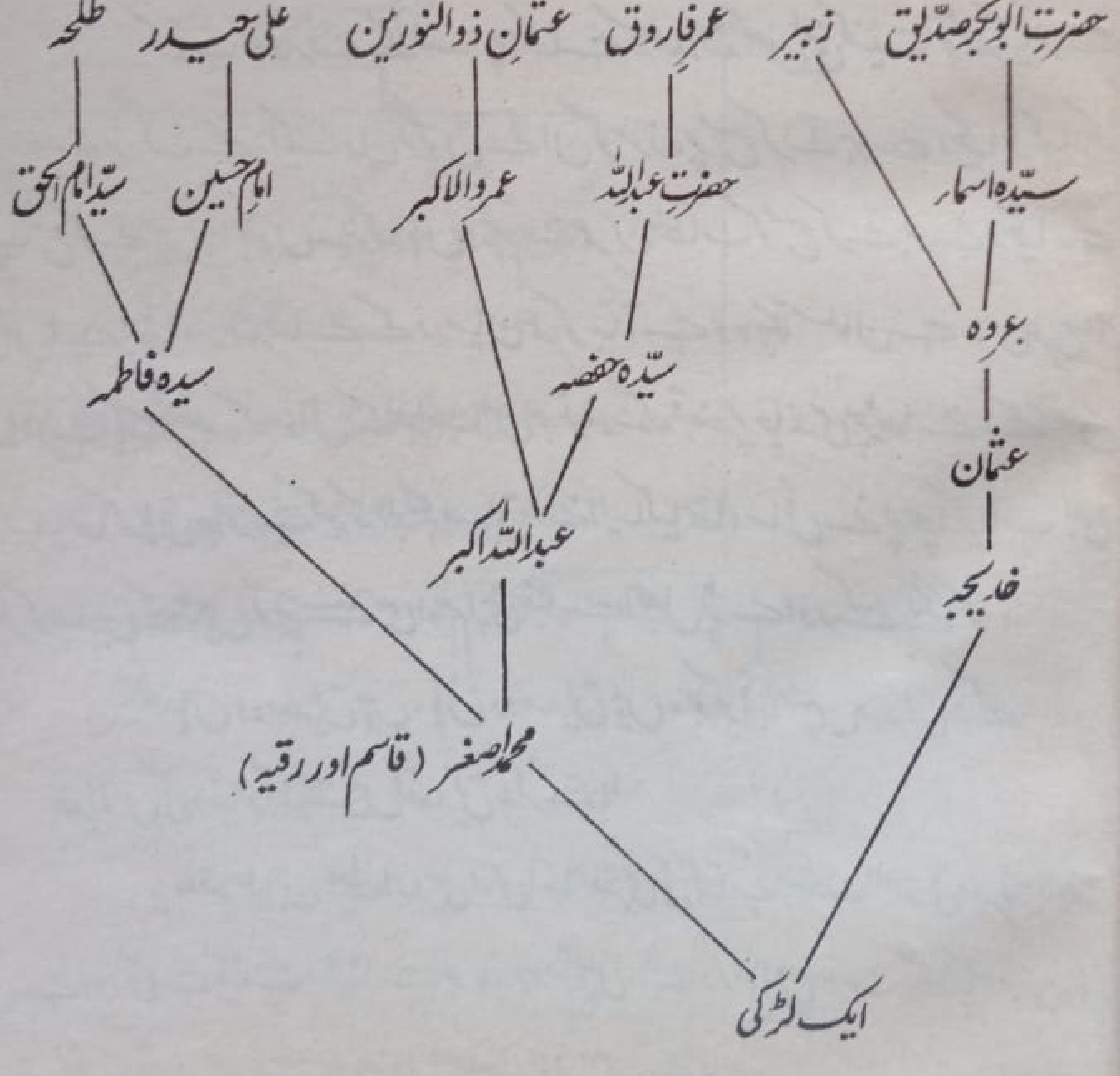
خاندانِ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رشتے



یہ شجرے کتاب المعارف، رحمۃ للعالمین اور صحابیات وغیرہ کے دقیق مطالعہ کے بعد
رتب ہوئے ہیں، ان سے یہ ثابت کرنا مراد ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں، بیٹیاں
وران کی اولاد کے رشتے انہی خاندانوں میں ہوئے ہیں جنہیں شیعی حضرات رسولِ خدا صلے اللہ
یہ وسلم سے منحرف اور اپنے اماموں کا دشمن سمجھتے ہیں، انصاف کریں کہ کیا کوئی غیرت مند انسان
پنے مذہب کے مخالف اور دشمنوں کو بھی بیٹیاں دیتا ہے؟

مالکم کیف تحکمون

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رشتہ کا ایک قابلِ غور شجرہ



ابن قتیبہ کتاب المعارف ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن عمرو الاصغر واکبر کی اولاد میں ایسی لڑکی تھی جس کا سلسلۂ نسب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرتِ ابوبکرہ، عمر، عثمان، علی، زبیر اور طلحہ سبھوں سے ملتا ہے (جیسا کہ شجرہ سے واضح ہے، ناؔمی) کاش یہ شجرہ دیکھ کر ہی شیعی دوست اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ صحابہ کرام میں دینی منافرت نہیں تھی اس وجہ سے وہ آپس میں رشتے کر کے میل بڑھاتے تھے، سیدہ فاطمہ بنتِ حسین کا حضرت عثمانِ ذوالنورین کے پوتے سے نکاح ثانی حضرتِ حسن مثنیٰ بن امامِ حسن کے بعد ہوا، عبداللہ محض انہی کے لئے تھے جو حادثۂ کربلا میں امام زین العابدین محمد باقر اور اپنے بھائی زید اور عمر سمیت بچ کر یزید کے پاس دمشق پہنچے تھے، مطلب یہ کہ جو میدان میں نہ نکلے محفوظ رہے اور پھر بحفاظتِ تمام مدینہ منورہ پہنچا دیئے گئے۔

کتاب المعارف کے ص پر لکھا ہے کہ عبداللہ محض اپنی کنیت ابو محمد کیا کرتے تھے، بہت بزرگ تھے۔ ایک دن لوگوں نے ان کو موزہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ آپ مسح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں، ہم نے عمر بن خطاب کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے، جو شخص اپنے اللہ اور اللہ تعالےٰ کے درمیان عمر کو بتاتا ہے وہ پکا مسلمان ہے۔ اسی طرح امام محمد باقر نے ایک شیعہ کے سوال کے جواب میں جو تلوار کے قبضہ پر چاندی چڑھانے کے متعلق تھا فرمایا تھا کہ ہاں جائز ہے کیونکہ ابوبکر صدیق نے ایسا کیا تھا، سائل نے پوچھا کیا آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں تو یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ :-

"ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، جو کوئی انہیں صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے"۔

یہ واقعہ علی بن عیسےٰ اردبیلی امامی اثنا عشری کی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں ہے اور آیاتِ بیّنات ص ۱۶۵ سے جو بار دوم چھپی ہے اور ہر اہلِ سنت کے پاس ہونی چاہیئے۔ نقل کیا گیا ہے (منکرینِ فضائلِ صحابہ اولادِ حسین کے جواب

باندھنے کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں، خدا عقل و ہدایت دے، ناقمی)

جلیل القدر دامادوں والی بزرگ عجوز

ہند بنت عمرو از قبیلہ جرش

ہر چہار از صلب حارث ـــــ بن حزن بن بجیر بن ہرم

ام المومنین میمونہ
اہلِ بیت النبی

لبابہ کبریٰ
زوجہ حضرتِ
عباس

لبابہ صغریٰ
والدہ حضرتِ
خالد بن ولید

زینب
زوجہ حضرتِ
حمزہ

ام ابیہا زوجہ عمر بن
ابی سلمہ مخزومی

سلمہ
شداد بن ہاد
کی بیوی

اسماء

محمد

عبداللہ و عون

ہر سہ از صلبِ جعفر طیّار

محمد
از صلبِ حضرت
ابوبکر صدّیق

یحییٰ
بن
علی

نوٹ:- یہ فرزندانِ حضرات جعفر، صدیقِ اکبر اور علی ایک دوسرے کے ماں جائے یعنی اخیافی بھائی تھے۔

عبداللہ

فضل
ام کلثوم منسوبہ
ابوموسیٰ اشعری

عبداللہ
عاملِ یمن
در عہد علی

قثم

معبد
بیٹی
زوجہ ریم احمیری

عبدالرحمٰن

ام حبیب

نوٹ: لبابہ کبریٰ کے ان تینوں بیٹوں کی قبریں ایک دوسرے سے بڑے فاصلے پر

بنیں ، فضل شام میں مرے ، عبداللہ نے طائف میں انتقال کیا ، عبیداللہ نے مدینے میں وفات پائی ، قثم سمرقند کی خاک میں مدفون ہوئے اور معبد افریقہ میں قتل کئے گئے۔

ابنِ قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھاہے کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ بزرگ عجوز قبیلۂ جرش کی بیٹی ہند بنت عمرو ہے جس کے داماد اتنے اعلیٰ درجے کے لوگ تھے (محمد رسول اللہ، حضرتِ عباس بن عبدالمطلب ، ولید بن مغیرہ ، سیدالشہدا حمزہ ، صدیق اکبر، جعفرِ طیّار اور حضرتِ علی جو ایک دوسرے کے ہم زلف اور یک جدی قریش تھے، انہی رشتہ داریوں کے سبب وہ آپس میں مربوط اور اسلام کی سربلندی کا موجب ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان رشتہ داریوں میں یک جان کیا اور ان سے دینِ حق کے ارتفاع کا کام لیا۔ حضرتِ صدیقِ اکبر اور حضرتِ علی کا دینی رشتہ اور پھر محمد بن ابوبکر کو گود میں لے کر پرورش کرنا اور مصر کی گورنری پر فائز فرمانا کس قدر باہمی محبّت کا ثبوت ہے۔ اگر ان میں دینی اتحاد نہ ہوتا تو علی رضی اللہ عنہ کب گوارا کرتے کہ اپنے بھائی جعفر کی بیوہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حبالۂ نکاح میں آتے ، ان میں دشمنی کے قصّے تراشنا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا ذرّیتِ ابنِ سبا ہی کا کام ہے ، اللہ ہدایت دے۔ (نوٹ اختتام پذیر ہوا)

یہ تمام نام حضراتِ شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ الائمہ سے ماخوذ ہیں۔ حضرتِ علی، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے فرزند جو اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمنام تھے ، کربلا میں شہید ہو گئے مگر ہمیں ہی نہیں بلکہ مولانا مظہر علی اظہر کو بھی (ملاحظہ ہو کتاب تحریکِ مدحِ صحابہ) شکایت ہے کہ کوئی مجتہد کوئی شیعہ ذاکر مرثیوں میں ان کی جانثاریوں کا ذکر نہیں کرتا۔ کہتے ہیں یزید نام بُرا ہے مگر امامِ حسین نے اپنے ایک فرزند کا نام یزید رکھا جو ۸ دسمبر کو دو معتبر شیعوں کو روبروئے افتخار حسین صاحب ، ہمشیرہ زادہ شیخ حسن بن علی بی اے ، دکھادیا گیا ، نیز حیات القلوب سے رسول اللہ کی چار صاحبزادیوں (زینب ، رقیہّ ، امِ کلثوم اور فاطمہ) کا ثبوت بھی بہم پہنچا دیا۔ اگر وہ اب بھی نہ مانیں تو مرضِ تعصّب کا کوئی علاج نہیں ، خدا ہدایت دے۔

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی سیّدہ فاطمہ کے سوا تمام بیویاں علی الرغم مؤلفِ رسالہ النظر غیر ہاشمیہ تھیں اسی طرح حسنین کی بھی، ابنِ قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ امام علی آخر زین العابدین (جن کی کنیت بحوالہ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۳۲ ابوبکر بھی جیسا کہ شجرہ مودّت مؤلفہ خالد صاحب صدیقی پروفیسر میں منقول ہے) کی والدہ سے جو مثل والدہ امام محمد حنفیہ ابن حضرت علی کنیز تھیں جیسا کہ کتاب المعارف میں مسطور ہے، امام حسین رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے آزاد غلام زبید نے عقد کیا تھا، اس سے عبداللہ ایک لڑکا پیدا ہوا جو علی اصغر کا ماں کی طرف سے سوتیلا (اخیافی) بھائی تھا ...... الخ

اس سے ثابت ہوا کہ شیعوں میں جیسا کہ جامع جعفری ترجمہ شرائع الاسلام ص ۵۹۸ میں مرقوم ہے کہ آزاد عورت کو غلام کے نکاح میں آنا اور عربیہ عورت کو عجمی مرد سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے برعکس بھی جائز ہے اور ادنیٰ پیشہ کے لوگ جیسے کہ خاکروب اور حجام ہیں صاحبانِ علم و ورع اور دنیا کے اغنیاء اور ملک والے لوگوں سے مناکحت کر سکتے ہیں۔ مگر مذہبِ حنفیہ میں غیر کفو سے عورتوں کا نکاح کرنا جائز نہیں۔

(تفصیل دائرۃ الاصلاح کے رسالہ قندِ مکرر میں سیّد مظہر حسین صاحب بخاری، بی۔اے نے دی ہے۔)

حضرتِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور بیوی کے نام جو شجرہ میں دئے ہیں وہ تاریخ الائمہ کے مطابق ہیں اور نکاح کا ثبوت تواریخ آئینۂ تصوف میں ہے جو مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور کے دفتر میں موجود ہے۔

سیّدہ زینب بنت حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا، ان سے کئی اولادیں ہوئیں، امِ کلثوم کبریٰ کا عقد عمر بن خطاب سے ہوا تھا، ان سے ایک لڑکا ہوا (زید) بعد شہادتِ عمر ان کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا، پھر ان کے مرنے کے بعد عون بن جعفر نے نکاح کیا اور انہیں کے عقد میں مریں۔ (کتاب المعارف: ۱۳۰ ص کے

مصنف ابنِ قتیبہ حسبِ تحقیق مولانا محمود احمد صاحب بہاولپوری، شیعہ تھے۔)

سیدہ سکینہ بنت امامِ حسین سے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہم کا عقد ہوا، ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم نے نکاح کیا تھا، ان سے ایک لڑکا قرین ہوا اور اس کی اولاد باقی ہے۔ ان کے بعد اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان نے نکاح کیا تھا، اس نے زفاف کے قبل طلاق دے دی، اس کے بعد زید بن عمرو بن عثمان نے نکاح کیا، ان کا انتقال خلیفہ ہشام کے زمانے میں مدینہ میں ہوا۔ (کتاب المعارف ص۱۳۲ و تاریخ ظہیر علی شیعہ ص۳۰۳)

سیدہ فاطمہ بنتِ امامِ حسین کا نکاح حسن مثنیٰ بن امامِ حسن سے ہوا تھا، ان کے بعد عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے نکاح میں رہیں (ایضاً) حضرت ذوالنورین کی بیٹی عائشہ کا نکاح حضرتِ امامِ حسن سے ہوا تھا۔ (بحار الانوار ج ۱۱ ص۲۳ بحوالہ شجرۂ مودت خالد صدیقی)

انصاف اور غور سے دیکھیں تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ نکاح باہمی محبت و خلوص یکجہتی اور یک دینی کے مظہر ہیں، دشمنوں سے کون رشتے قائم کرتا ہے اور بالخصوص اُن سے جو مذہباً مختلف اور غیر ہوں جیسا کہ علّامہ حائری نے فتوٰے صادر کیا ہے، تمام صحابہ کرام اور ان کی اولاد میں کوئی دینی اختلاف نہیں تھا بالخصوص عشرۂ مبشرہ میں۔

شیعی رسالہ النظر میں مندرجہ فتوٰے کے خلاف لاہور کے شیعے مالدار سنّیوں کے ساتھ بیٹیوں کی شادی کرتے ہیں۔ نامی کی سُنّی برادری پاکستان میں آباد ہے، اس کے دو شادی شدہ صاحبِ اولاد افراد سے لاہور کے شیعہ سادات نے لڑکیاں بیاہ دی ہیں اور علاوہ ازیں اور سنّیوں سے بھی، یہ رشتے تفرقہ انداز شیعی مجتہدوں کے مونہوں پر شاید مہرِ خاموشی لگا دیں اور شیعہ سُنّی اسی طرح ایک ہو جائیں جس طرح حضرتِ علی اور دیگر صحابہ رسول باہمی ازدواجی تعلقات اور دینی یکجہتی میں ایک تھے اور ان میں کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا، سب قرآن و سُنّت کے متّبع تھے۔

ملّا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب ج ۲ ص۵۸۸ میں بحوالہ النصیحۃ الشیعہ ص۱۲۵

لکھا ہے کہ بارہ ہزار اصحابِ رسول میں نہ کوئی قدری تھا نہ مُرجی، حروری تھا نہ معتزلی، سب محبِّ اہلِ بیت اور خالص مخلص تھے۔ اگر حضرتِ علی کی اصحابِ ثلاثہ سے مخالفت ہوتی تو اتنی تعداد کے ساتھ بخوبی معرکہ آرا ہو سکتے تھے مگر جب اختلاف ہی نہیں تھا تو کیوں ہوتے، وہ باہم شیر و شکر تھے، ان میں نفاق کی باتیں دشمنانِ اسلام کی افترا پردازی ہے، خدا ہدایت دے۔

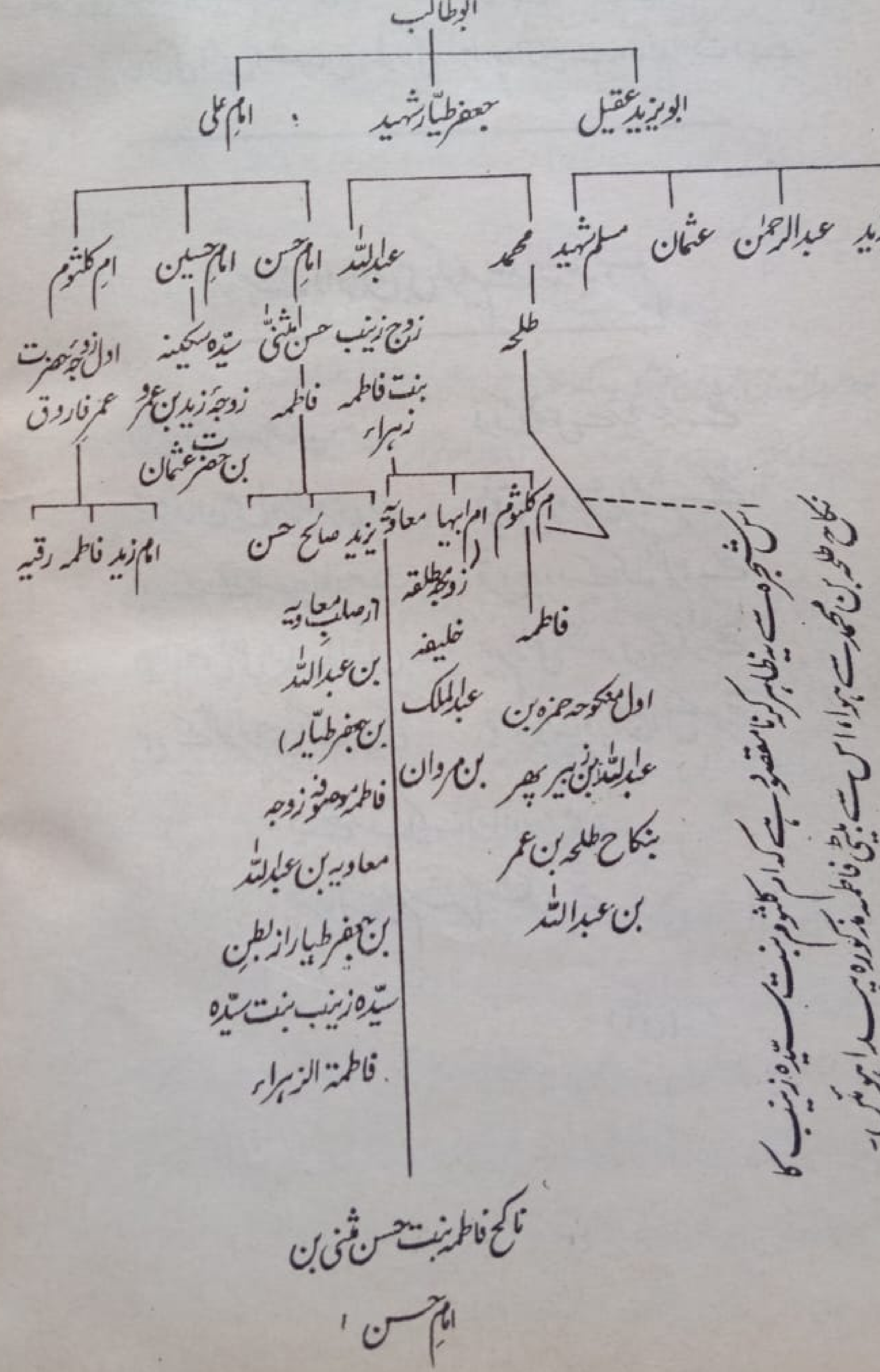
قرابت دارانِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر — خدا کے فضل سے شیر و شکر تھے
خسر ۲ دو ان میں اور داماد بھی دو — رفیق و ہمدمِ خیر البشر تھے
نبی کے تھے خسر داماد حیدر — قریں ہر دو کے اِک اعظم عمر تھے
ابو العاص و علی عثمانِ ذیشاں — ہم زلفی قرینِ یکدگر تھے
علی کے گھر نواسی اک نبی کی (امامہ) — جو تھی اِک، اور زوج اس کے عمر تھے (ام کلثوم)

یہ تھے سب ایک دنیا اور دیں میں
بہر حالت بہم شیر و شکر تھے

(نامیؔ)

فرزندانِ ابوطالب بن عبد المطلب کے نام اور اولاد کے رشتے



حضراتِ شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ الائمہ صـ۴۳ میں حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی تعدادِ ازواج ۱۲ مع کنیزاں دی ہے اور ۱۸ بیٹوں میں ابوبکر، عثمان، عمر اصغر بھی نام لکھے ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے اور بیٹیاں ۱۷ الگ گن کر وغیرہ تحریر کیا ہے۔

امامِ حسن رضی اللہ عنہ کی ازواج (جو مُلا باقر مجلسی نے ڈھائی تین سو لکھی ہیں) کی تعداد ۱۴ علاوہ کنیزاں بتائی ہے اور ۱۲ بیٹوں کے اسماء میں زید، عبدالرحمٰن، ابوبکر، عمر اسمٰعیل بھی گنے ہیں اور صاحبزادیوں کی تعداد سات رقم کی ہے۔

امامِ حسین رضی اللہ عنہ کی بیویوں کی تعداد ۵ لکھی ہے اور گیارہ بیٹوں میں چار کے نام ابوبکر، عمر، زید اور یزید بھی بتاتے ہیں، بیٹیاں صرف چار ہی لکھی ہیں (فاطمہ کبریٰ و صغریٰ، رقیہ اور سکینہ) یزید نام رکھنا امامِ حسین پر منحصر نہیں بلکہ ان کے چچاؤں کی اولاد میں بھی یزید کے علاوہ معاویہ بھی نام پائے جاتے ہیں، یہ بزرگ دوسرے صحابہ کرام اور ان کی اولاد سے لڑکوں لڑکیوں کے رشتے کرنا جائز سمجھتے تھے۔

علامہ ابنِ قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں بنی ابی طالب کے فرزندوں کی صاحبزادیوں کے متعدد نکاح حضرتِ عمر بن خطاب، حضرتِ عثمان، آل مروان، اولادِ زبیر و طلحہ و عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم سے بیان کئے ہیں کیونکہ وہ غیر کفو اور نامسلم تو ہے نہیں کہ ازدواج ممنوع ہوتا، تعصب تو زمانۂ حال کے شیعی دوکاندار مُلاؤں نے دلوں میں ڈالا ہے اور جاہل لوگ صحابہ کرام اور آلِ علی کو باہم دشمن سمجھنے لگے ہیں حالانکہ یہ رشتے ان کی باہمی محبّت و مودّت کے مظہر ہیں۔

سیّدہ امّ کلثوم کا نکاح حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ضرور ہوا۔ اس کے متعلق سیّد مظہر حسین صاحب بی۔ اے کا لاجواب رسالہ منکروں کی زبان بند کر چکا ہے، اسی مسئلہ پر آیاتِ بیّنات مصنفہ نواب محسن الملک مرحوم، طبع جدید کا صفحہ ۱۹۲ تا ۲۰۴ مسکت ہے، (ادارہ الکتاب چوک بیرون لوہاری دروازہ لاہور سے طلب کریں۔)

لطیفہ آلِ ابی طالب کے شیعی مؤرخوں نے ان کی اولاد کے ہر جگہ مستقل نکاحوں اور ان سے پیدا شدہ اولاد کے نام بیان کیئے ہیں مگر جس مسئلے (متعہ) پر وہ سُنّیوں سے جھگڑتے اور فرماتے ہیں کہ متعہ خدا و رسول نے حلال کیا تھا لیکن عمر فاروقِ اعظم نے حرام قرار دیدیا مگر یہ نہیں بتلاتے کہ فلاں امام معصوم نے متعہ کیا تھا اور اس سے فلاں فلاں امام زادے تولّد ہوئے تھے جو وراثت سے محروم رہے کیونکہ متعہ میں طلاق نہیں، متعہ کرانے والی عورت کا نان نفقہ مرد کے ذمے نہیں، ترکہ میں حصہ نہیں، پابند ہو کر رہنے کی قید نہیں، ہاں ثواب اتنا ہے کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے امام حسین کا درجہ مل جاتا ہے اور متعی مرد و عورت کے فرضی غسل کے قطروں سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو ان دونوں کو تسبیح پڑھ پڑھ کر ثواب قیامت تک پہنچاتے رہیں گے جیسا کہ مولانا حائری کے والد کی مصنّفہ کتاب برہان المتعہ میں مذکور ہے۔

مؤرخینِ کرام صرف اتنا بتاتے ہیں کہ امام باقر نے فرمایا تھا کہ خدا و رسول نے متعہ حلال کیا ہے اور جب سائل (ابن عمر لیثی) نے عرض کیا کہ کیا آپ پسند کریں گے کہ آپ کی لڑکیاں متعہ کریں تو امام نے منہ پھیر لیا تھا، ہمارے خیال میں یہ بھی امام پر افتراء ہے کیونکہ نہ متعہ جائز تھا نہ کسی امام نے کیا حتیٰ کہ خدائی طاقتوں کے مالک اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں جبکہ آپ کے زیرِ علَم ہزاروں جانباز لڑنے مرنے کو تیار تھے، متعہ رائج نہ فرمایا، نہ خود اس کے مرتکب ہوئے، نہ اپنی اولاد کو اس کا حکم دیا اس وقت تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے کہ کچھ خوف ہوتا۔

شیعوں کی تازہ شائع شدہ کتاب 'اصل و اصولِ شیعہ' میں مسئلہ متعہ پر بھی بحث کی گئی ہے جس کے چند فقرے نہایت دل آزار ہیں مگر اس میں بھی اس فعل کو اپنے ائمہ کے عمل سے ثابت نہیں کیا تاکہ شیعوں کے لئے سند ہوتا اور وہ یہ اعلان کرنے کی جراءت کرتے کہ ہم عملِ متعہ کا نتیجہ ہیں اور ہمارے والدین نے فاروقِ اعظم کے حکم کو توڑنے کے لئے یہ

کارِ ثواب کیا تھا۔ مسئلۂ متعہ پر شیخ حسن علی بی۔اے وکیل کی لاجواب کتاب کا مطالعہ کریں جو دارالاشاعت جماعت نوری بازار داتا صاحب لاہور سے بارِ سوم شائع ہو رہی ہے۔

عباسی خلیفہ مامون رشید کی متعہ سے توبہ

دار المصنفین کی تاریخ اسلام متعلق خلافتِ عباسیہ، جلد اول مطبوعہ ۱۹۴۹ء کے صفحہ ۱۸۸ میں لکھا ہے کہ مامون رشید نے (جو ایک ایرانی لونڈی کے شکم سے تھا اور جس کی بیوی اس کے شیعی وزیر اعظم فضل بن سہل برمکی کی بھتیجی تھی، اس لئے اس پر شیعیت کا اثر غالب تھا) متعہ کے جواز کی منادی کر دی تھی جو اہلِ سنت پر بہت شاق گزری اور یحییٰ بن قسم قاضی نے مامون کے پاس جا کر دلیرانہ کہا کہ امیر المومنین! اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا ہے۔

مامون: "وہ کیا؟"

قاضی: زنا کی حلت کا اعلان!

مامون: کس طرح!

قاضی: کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور کلام اللہ کی آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (یعنی تمتع صرف دو طرح کی عورتوں سے جائز ہے، بیوی یا لونڈی سے) کیا ممتوعہ عورت لونڈی ہے؟

مامون: "نہیں"۔

قاضی: کیا بیوی ہے اور اس کو شوہر کی وراثت اور شوہر کو اس کی وراثت ملتی ہے اور اس کے اور بیوی کے شرائط یکساں ہیں؟

مامون: نہیں۔

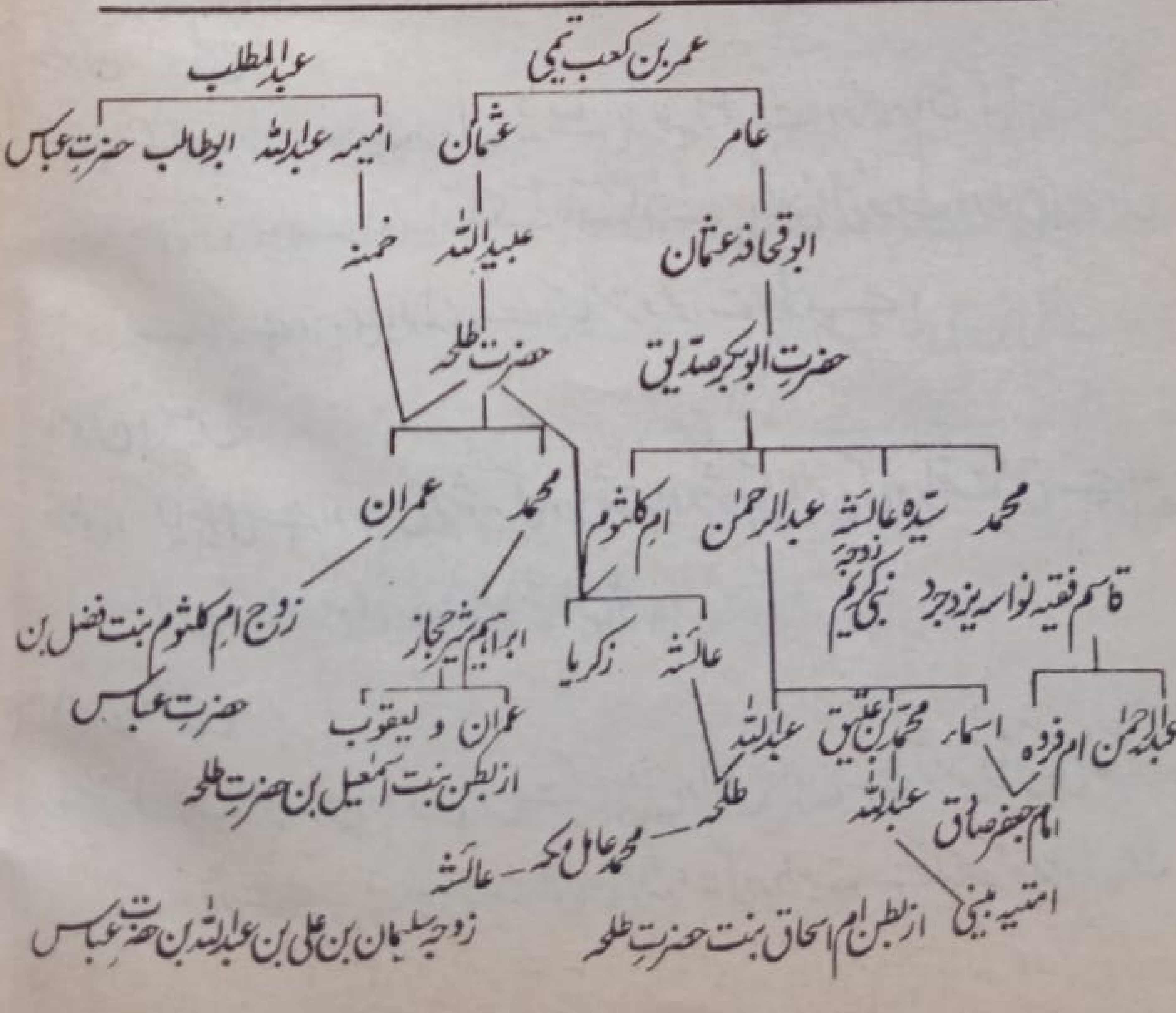
قاضی: جب ممتوعہ ان دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہے تو پھر قرآن کی مقرر کردہ حدود سے باہر ہے پھر حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ

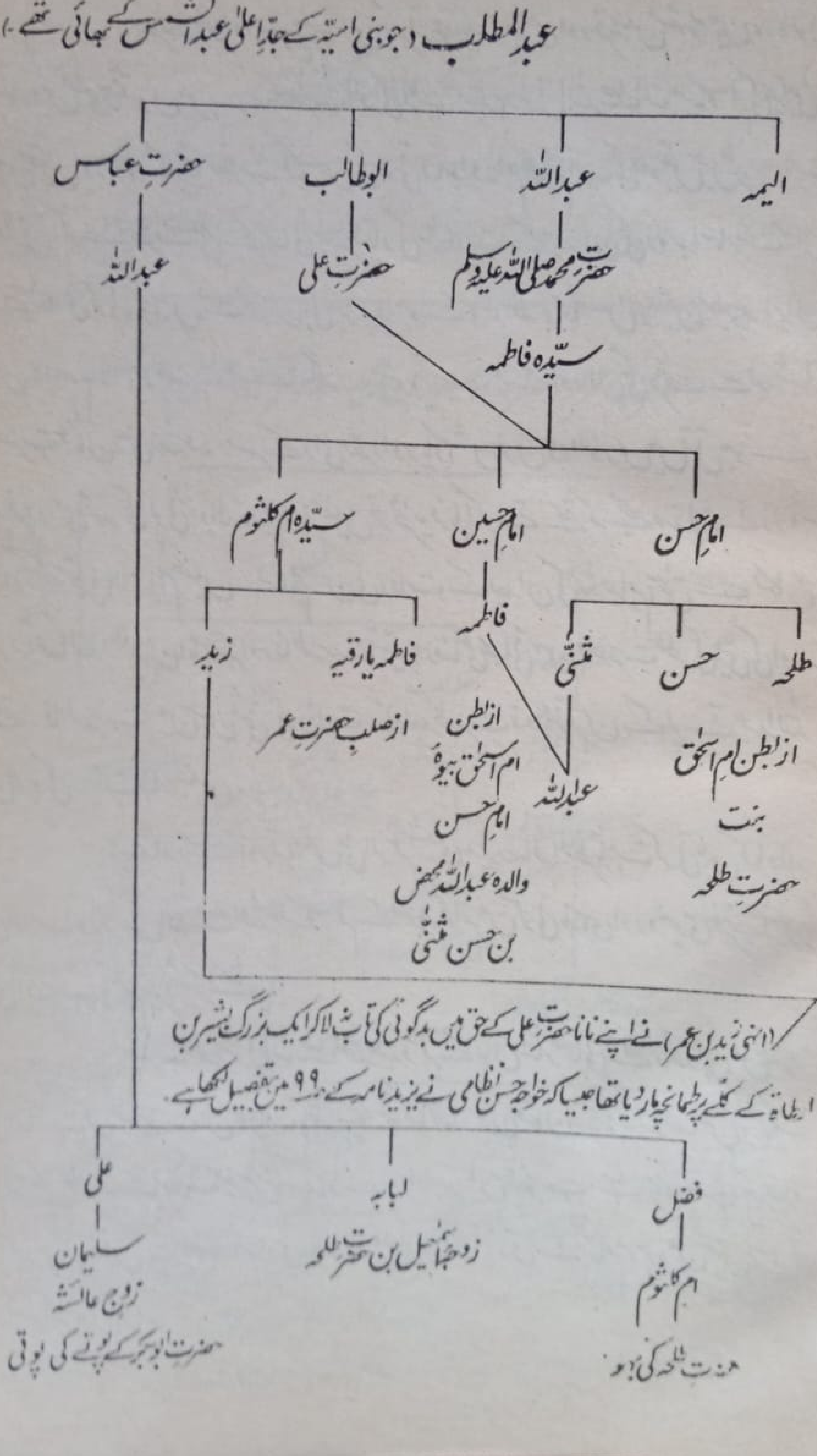
صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں متعہ کی حرمت کی، جس کی پہلے آپ نے اجازت دی تھی، منادی کرادوں۔

اس گفتگو کے بعد جو مامون اور قاضی یحییٰ کے درمیان ہوئی۔ مامون نے اپنے فعل پر استغفار کیا اور متعہ کی حرمت کی منادی کرائی۔ (تاریخ خطیب، ج ۱۴، ص ۱۹۹ تا ۲۰۰)

اس مسئلہ کے اور دیگر شیعی بہتانات کے جواب میں جو ترجمۂ مقبولِ شیعہ میں اٹھائے گئے ہیں، تفسیر فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ جو علامہ محمد سراج الحق صاحب فاضل مچھلی شہر نے لکھی ہے اور جو غالباً مدیر رسالہ النجم لکھنؤ سے مل سکے گی لاجواب اور ایسے کو تقیے کا حکم رکھتی ہے، مطالعہ کرنی چاہیے، یہ اصح المطابع، لکھنؤ کٹھوئی ٹولہ میں طبع ہوئی تھی، جن کو یہ کتاب نہ مل سکے وہ شیخ حسن بن علی بی اے کی کتاب متعلق متعہ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، مطالعہ کر کے معلوم کر لیں کہ متعہ کیا چیز ہے۔

حضرتِ ابوبکر صدیقؓ اور حضرتِ طلحہ سے اولادِ عبدالمطلب کے رشتے





عبد المطلب (جو بنی امیہ کے جدِ اعلیٰ عبد الشمس کے بھائی تھے)۔
حضرتِ عباس
ابوطالب
عبداللہ
الیمہ
عبداللہ
حضرتِ علی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سیّدہ فاطمہ
سیّدہ ام کلثوم
امامِ حسین
امامِ حسن
زید
فاطمہ یا رقیہ
از صلب حضرتِ عمر
فاطمہ
از بطن ام اسحٰق بیوہ امامِ حسن والدہ عبداللہ محض بن حسن مثنّیٰ
مثنّیٰ
عبداللہ
حسن
طلحہ
از بطن امِ اسحٰق بنت حضرتِ طلحہ
(انہی زید بن عمر نے اپنے نانا حضرتِ علی کے حق میں بدگوئی کی تاب نہ لا کر ایک بزرگ بشیر بن ارطاۃ کے کلّے پر طمانچہ مار دیا تھا جیسا کہ خواجہ حسن نظامی نے یزید نامہ کے ص ۹۹ میں تفصیل لکھا ہے۔
علی
سلیمان زوج عائشہ حضرتِ ابوبکر کے پوتے کی پوتی
لبابہ
زوجۂ اسمٰعیل بن حضرتِ طلحہ
فضل
ام کلثوم
حضرتِ طلحہ کی بہو

حضرتِ طلحہ اور حضرتِ صدیقِ اکبر قریبی یک جدّی اور قریبین مشہور ہیں۔ دونوں کا شمار دس قطعی جنتیوں میں ہے۔ حضرتِ طلحہ کی اہلیہ (حمنہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور حضور کے چچا حضرتِ عباس کی پوتی لبابہ اور ام کلثوم آپ کی بہوئیں جس طرح حضرتِ صدّیقِ اکبر نے حضرتِ علی کے بھائی جعفر طیّار کی شہادت کے بعد ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس سے شادی کرلی تھی جس سے محمّد بن ابی بکر پیدا ہوئے (ملاحظہ ہو مجالس المؤمنین مطبوعہ ایران ص ۱۱۶، ۱۱۷) جو حضرتِ علی کے پچھلگ بیٹے (ربیب) بنے اور ان کی طرف سے بعد شہادت حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ، مصر کے والی مقرر اور بادا شِ خونِ ذوالنورین میں قتل ہوئے۔

ام فروہ اسی محمّد کی پوتی، والدہ امامِ جعفر تھیں جو فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے صدیق نے دو دفعہ جنا (دیکھو شجرہ بالا) امام حسین نے امام حسن کی وفات کے بعد ان کی زوجہ ام اسحٰق سے نکاح کرلیا تھا لہٰذا طلحہ بن امام شبّر اور فاطمہ بنت شبّیر (رضاعی بھائی بہن) حضرتِ طلحہ کی بیٹی کی اولاد تھے۔ فاطمہ بنتِ حسین حسن مثنّیٰ کی وفات کے بعد حضرتِ ذوالنّورین کے پوتے عبداللہ بن عمرو کی زینتِ خانہ بنیں۔

یہ تمام رشتے اور قرابتیں علی الرغم شیعی مدیرِ رسالہ النظر ثابت کرتی ہیں کہ اولاد ابی طالب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں کوئی مذہبی اور دنیوی غیریت نہیں تھی اور سب باہم شیر و شکر تھے۔

حضرتِ طلحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی تھے، اُحد میں حضور کی حفاظت کرتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا تھا، خونِ عثمان کے مطالبۂ قصاص میں شریکِ ام المؤمنین عائشہ تھے اور ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ مزار بصرہ میں مشہور ہے۔ پہلے مزار دوسری جگہ تھا جو نم آلود ہو گیا۔ اس سے اپنی صاحبزادی عائشہ کو مطلع فرمایا اور انہوں نے مقام موجود میں تیس برس بعد نکلوا کر دفن کیا۔

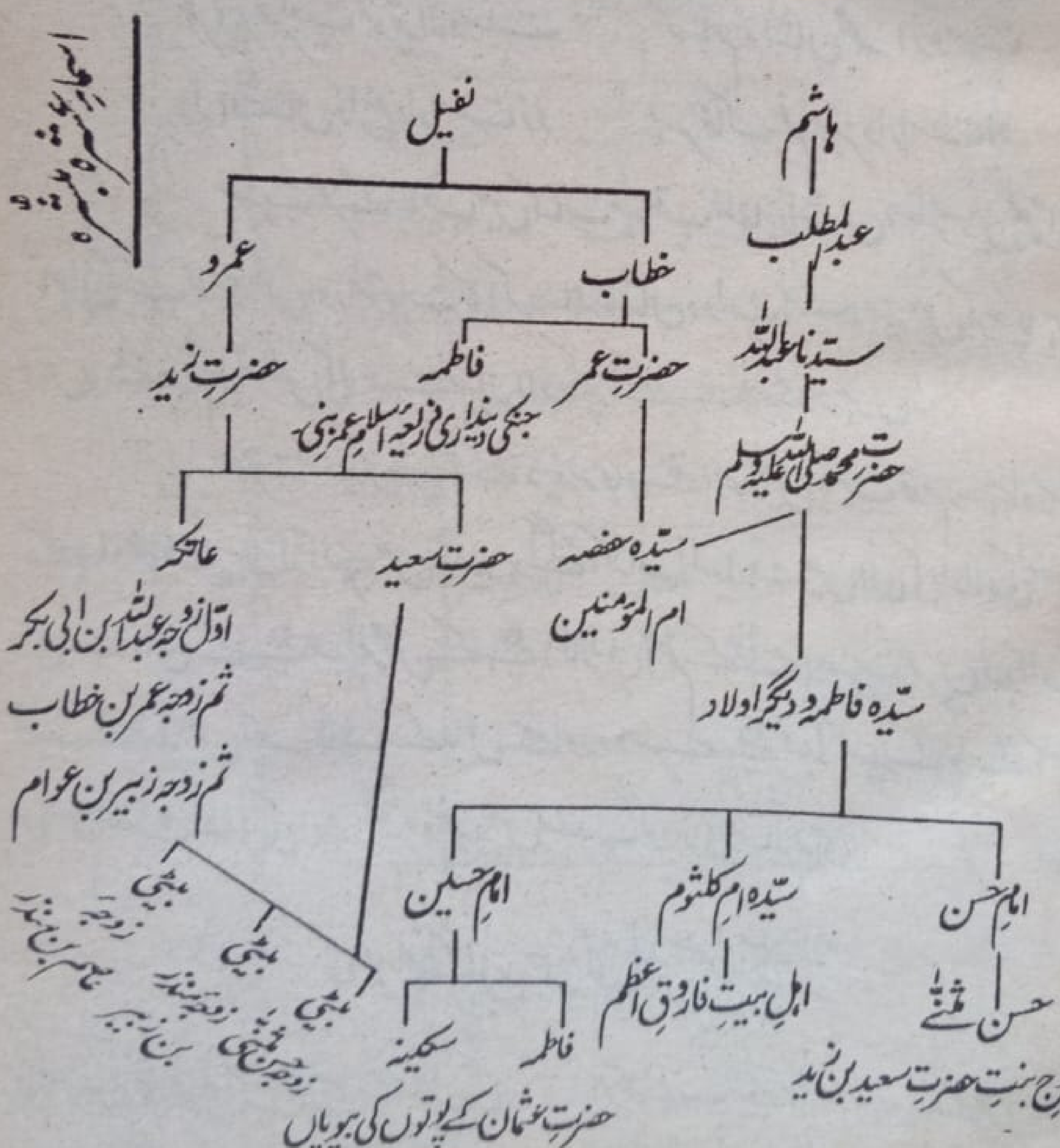
(معارف ص ۱۴۲)

حضرتِ طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری

خندق میں کیا نبی پہ سایہ کس نے — محبوب کو کاندھے پہ اٹھایا کس نے
ہاں تیروں کی بوچھاڑ میں پیغمبر کو — ہاتھ اپنا سپر کرکے بچایا کس نے

(اثر لکھنوی)

حضرتِ عمر اور حضرتِ سعید بن زید سے قرابتِ بنی ہاشم



۵ دس قطعی جنتی اصحابِ ختم المرسلین خدمتِ دین سے ہے گویا جنکی جنت زر خرید ہیں ابوبکر و عمر، عثمان و سعید اور زبیر، ابوعبیدہ، سعد، طلحہ، عبدالرحمٰن و سعید۔

حضرتِ عمر فاروقِ اعظم اور حضرتِ سعید اُن دس صحابہ کرام میں سے ہیں جن کو حضور علیہ السلام نے بارہا جنت کی بشارت دی ہے، حضور علیہ السلام نے خاص دعا سے فاروقِ اعظم کو اسلام کی شوکت کے لئے مشرف بہ اسلام فرمایا اور جس قدر ترقی ان کے وجودِ مبارک سے دینِ متین کو ہوئی، وہ تاریخ میں بحرفِ جلی مسطور ہے اور شیعی ناظم کی مثنوی حملۂ حیدری کو بھی اس کا اعتراف ہے، جو بہ تصرفِ قلیل یہ ہے ؎

بس است از نعوت و صفاتش ہمیں
کہ گردیدہ مقبول سلطانِ دیں

فرازندۂ رایتِ اجتہاد
زحق حجّت و آیتے بر عباد

طریقِ شریعت مؤیّد از وست
کہ نام و نشانِ محمد از وست

دلِ دشمناں داغ دار است زد
بسر خاکِ غم سبز دار است زد

حضرتِ عمر کے مناقب میں کتاب مناقبِ خلفاءِ راشدین، مطبوعہ دین محمد اینڈ سنز تاجرانِ کتب لاہور میں اور فتوحات کا ذکر رسالہ بانیانِ دولتِ اسلامیہ میں کر چکا ہوں، اس لئے عدمِ گنجائش کی وجہ سے یہاں اور کچھ لکھنے سے معذور ہوں۔

حضرتِ سعید بن زید بڑے دیندار مجاہد تھے، احد میں ثابت قدم رہے اور سنہ ۱۲ھ کے جہاد خلاف مسیلمہ کذّاب میں شہید ہو گئے، کتاب المعارف میں ان کی اولاد کی تفصیل دی ہے، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے بیٹے (فاروقِ اعظم کے نواسے) حضرتِ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ کے عہد میں ایک ملک کے عامل تھے اور دوسرے بیٹے عبدالحمید کے پوتے اسحٰق ابراھیم الملقب بہ خطابی کی اولاد بصرہ وغیرہ میں بمنصبِ گورنری ممتاز رہی۔

خاص متقرّبانِ رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم

وہی صحبتیں وہی قربتیں انہیں میں نصیبِ رسول کی
ابوبکر ہے جو قریب ہے تو عمر بھی آپ کے بر میں ہے

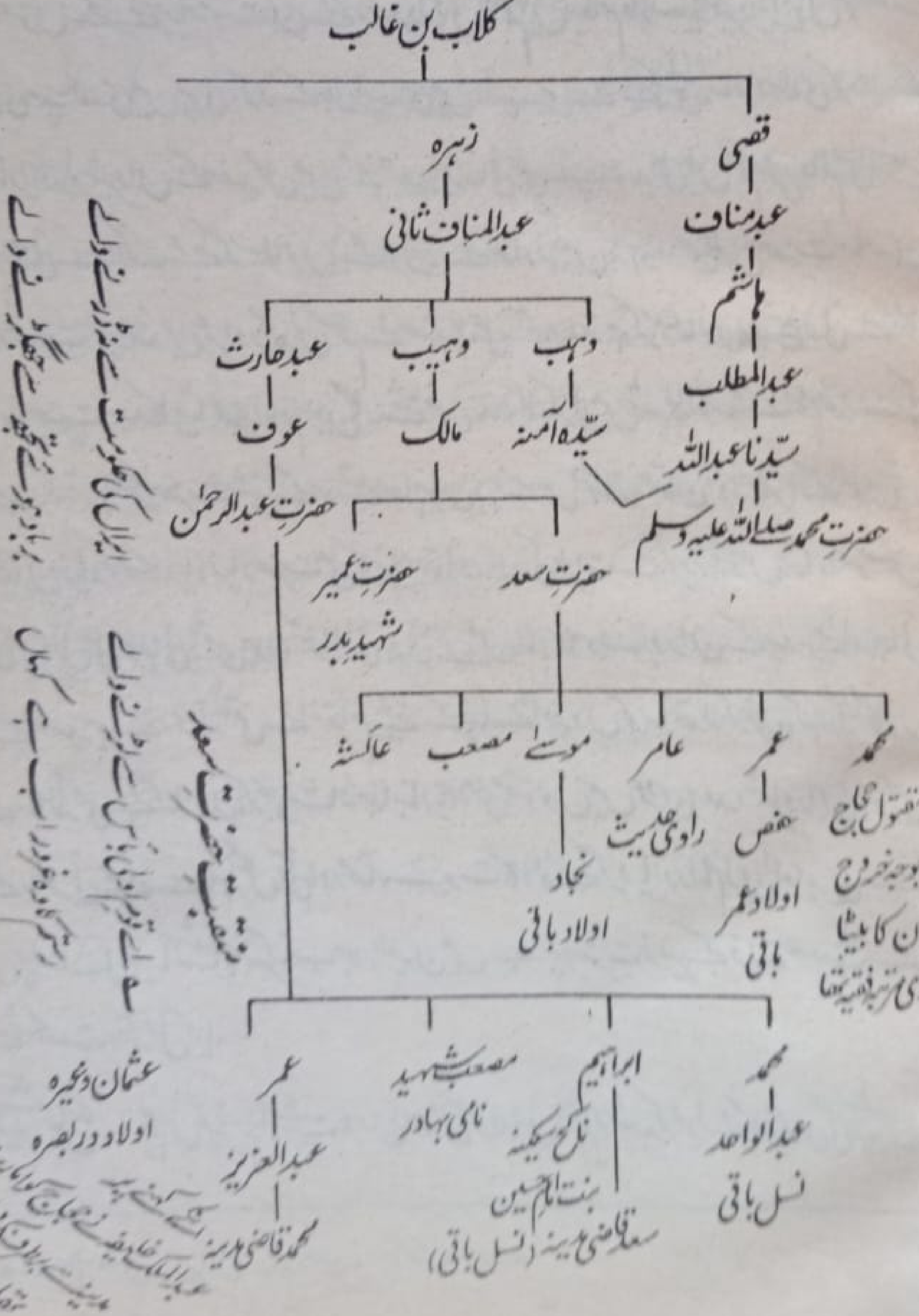
کوئی اہلبیت سے آپکو جو نکال دے تو مجال کیا
کہ عمر کی تُربتِ پاک بھی تو رسولِ پاک کے گھر میں ہے

ختنِ علی جو عمر ہوئے کوئی ان کے جان لیے تھے

کوئی پھر بھی ان کو بُرا کہے تو مقام اس کا سقر میں ہے

(تاجؔ عرفانی)

حضرتِ سعد بن ابی وقاص، سیّدہ آمنہ اور حضرتِ عبدالرحمٰن بن عوف کا شجرہ



حضرت سعد اور عبد الرحمٰن عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ابی وقاص عمؓ تھی، حضرت سعد کی والدہ حضرت
[illegible] کے دادا کے بھائی (سفیان) کی بیٹی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے ماموں
ہیں کوئی ایسا ماموں تو لائے، حضورؐ نے دعا کی تھی کہ یا اللہ سعد کو مستجاب الدعوات اور قادر انداز بنا دے۔ احد
میں حضورؐ ان کے ہاتھ میں تیر دیتے اور فرماتے سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان، تیر پھینکتا جا لہٰذا ان کے
تیر دشمنوں کے لئے پیام موت بن گئے، عہدِ فاروقِ اعظمؓ میں بمقام قادسیہ وغیرہ ایرانیوں کو شکست
انہی کی سپہ سالاری میں ہوئی، کوفہ کے بانی آپ ہی ہیں، آپ ہی نے بے کشتی رسالۂ اسلامی کو دجلہ کے
پار اتارا اور نوشیرواں کے سفید محل میں نمازِ جمعہ جا پڑھائی تھی، آپ عہدِ علی میں بحکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ
وسلم لڑائی سے الگ رہے کہ مسلمانوں کے خون سے تلوار رنگین نہ ہو، اسی طرح حضرت اسامہ بن
زید، حضرت عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلم نے حضرتِ علی کے ساتھ ہو کر مسلمانوں پر تیغ زنی سے انکار
کر دیا۔ حضرتِ سعد کا بیٹا عمرو جو امام حسین کا رشتے میں نانا لگا، کربلا میں شبِ عاشورہ تک امام موصوف کی
رعایت کرتا رہا مگر حضرتِ شبیر کے سوتیلے بھائیوں (عباس علمدار، عثمان اور جعفر) کے ماموں شمر
نے ابنِ زیاد کو بہکا دیا (زیاد حضرت علی کا بڑا معتمد اور ان کی طرف سے گورنر فارس تھا، افسوس!
اس کا بیٹا آلِ علی کا جانی دشمن ہوا) آخر لڑائی ہوئی جس میں امام موصوف اور ان کے چند بیٹے اور بھائی
بھتیجے شہید ہوئے۔ مختار ثقفی نے انتقام لینے کے بہانے اوروں کو ساتھ ملا کر خروج کیا اور خطاکاروں
کے ساتھ کئی بے گناہوں کو بھی نشانۂ جفا بنا دیا، انہی مقتولوں میں عمر بن سعد، شمر اور ابنِ زیاد بھی
تھے، آخر بلی تھیلے سے باہر نکل آئی اور مختار نے نبوت کا دعوےٰ کر دیا اور امام زین العابدین نے
اس پر لعنت کی جیسا کہ شیعی معتبر کتاب جلاء العیون میں ہے پھر حضرتِ زبیر کے فرزند مصعب[1] نے
اسے شکست دیکر قتل کیا۔

عیدِ شجاع بعض غیر ذمہ دار شیعے ۹ ربیع الاول کو فاروقِ اعظمؓ کو شہید کرنیوالے کافر مجوسی کی عیدِ شجاع

---

[1] داماد امام حسین، شوہرِ اول سیدہ سکینہ۔ (کتاب المعارف)

کرتے ہیں۔ اس سال (۱۳۷۱ھ) میں وہ موضع حسو بلیل میں اپنے تعصب میں ننگے ہو گئے اور جب ہر طرف سے مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کی تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق کہنے لگے کہ یہ عید عمرو بن سعد کے روزِ قتل کی خوشی میں منائی جاتی ہے حالانکہ ملا باقر مجلسی کی کتاب زاد المعاد اور تحفۃ العوام سے ثابت ہے کہ ۹ ربیع الاول والی عید (شجاع) سیدنا فاروقِ اعظم (عزیزِ شیرِ خدا) رضی اللہ عنہما کے سلسلۂ قتل کی خوشی میں ہے یونہی عمر (بن سعد) کے متعلق، یہ لوگ کیسے جاہل و متعصب ہیں، خدا ہدایت دے، مقدمہ عدالت میں ہے، گواہیوں سے حقیقتِ حال واضح ہو جائیگی

حضرت عبد الرحمٰن کو خدا نے بڑی دولت دی تھی، آپ دولتِ خداداد سے امہات المومنین کی بہت خدمت کرتے رہے، آپ کا ترکہ سولہ حصے ہو کر تقسیم ہوا اور ہر لڑکی کے حصے سولہ ہزار درہم آئے۔ آپ فاروقِ اعظم کے مقرر کردہ مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ ہی نے بعد اطمینان خلافت میں حضرتِ عثمان کو حضرتِ علی پر مقدم رکھا اور خلیفہ مقرر فرمایا اور حضرت اسد اللہ الغالب نے بھی بیعت کر لی جیسا کہ پیشتر ازیں حضرتِ صدیقِ اکبر اور حضرتِ عمر فاروقِ اعظم سے بلا جبر و اکراہ دستِ بیعت ہو چکے تھے اور کیوں نہ ہوتے جبکہ ان میں کسی دینی و دنیوی معاملہ میں اختلاف نہ تھا اور وہ آپس میں شیر و شکر تھے۔

سید محمد عبد الغفار قادری

۱۱ ستمبر ۱۹۸۸

ترجمۂ قرآن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یا اللہ جل جلالہٗ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کنز الایمان شریف

مسلمانو! اے شمعِ رسالت کے پروانو!! اگر خدا نصیب ہے تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے صرف اور صرف "کنز الایمان" (ترجمۂ قرآن) ہی پڑھنا۔ قرآنِ کریم کا اردو میں یہی سب سے صحیح ترجمہ ہے۔ باقی اردو کے جتنے ترجمے ہیں۔ اُن میں سے اکثر ترجمے بے دینوں نے کئے ہیں اور انہوں نے بعض آیات کا ترجمہ منشائے ربانی کے خلاف کر کے مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں لگائی ہوئی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ آپ یا آپ کے گھر والے اُن ترجموں کو پڑھ کر اپنی دولتِ ایمان کو ضائع کر بیٹھیں۔

ایمان کی حفاظت کے لئے بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا کنز الایمان پڑھنا اشد ضروری ہے کیونکہ یہ ترجمۂ قرآن تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے۔

پند ہا دادیم وحاصل شد فراغ
مَا عَلَیْنَا یَا اَخِیْ اِلَّا الْبَلَاغ

العارض: عبد الحکیم خان اختر مجددی مظہری شاہجہان پوری لاہور